جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلہ

الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

جلد۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ ○ جولائی ۲۰۰۷ء شمارہ ۶



بانی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ جولائی ۲۰۰۷ء

☆☆☆☆☆

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ اشرفیہ کا عظیم الشان تاریخی اجتماع

اعلان کے مطابق مادر علمی جامعہ اشرفیہ لاہور کا ساٹھ سالہ سہ روزہ تاریخی اجتماع ۲۷، ۲۸، ۲۹ اپریل ۲۰۰۷ء جمعہ، ہفتہ، اتوار کونہایت تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوا جس میں ہزاروں علماء کرام وفضلاء عظام نے ملک کے گوشہ گوشہ سے شرکت کی اور انہیں اسناد و دستار دی گئی، بیرون ملک سے تشریف لانے والے حضرات کی بھی ایک بڑی تعداد نے اس تاریخی اجتماع میں شرکت فرمائی، ملک کے نامور جید علماء کرام و مشائخ عظام اور فضلاء دہر نے سامعین کو اپنے فکر انگیز پر اثر اصلاحی بیان سے مستفید فرمایا، رئیس المحدثین صدر وفاق المدارس العربیہ حضرت شیخ سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم، حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم، مفکر اسلام حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ایران، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب ایران، حضرت مولانا محمد طیب صاحب ہانگ کانگ، حضرت مولانا مفتی اظہار الحق صاحب بنگلہ دیش، حضرت مولانا عبدالاحد قاسمی صاحب ہندوستان، حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب مکہ معظمہ، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم کے بیان کو اس اجتماع میں سامعین نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے سنا اور ان کا خاص فائدہ محسوس کیا۔

اس مبارک اور تاریخی اجتماع میں فضلاء جامعہ کو جو سند دی گئی اگر چہ وہ بنیادی طور پر رئیس الجامعہ استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا عبیداللہ صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے تھی لیکن اس پر عصر حاضر کے عظیم محدث رئیس وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم، ترجمان مسلک علماء دیوبند محدث کبیر حضرت مولانا علامہ محمد سرفراز صاحب صفدر مدظلہم، مفتی اعظم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم، شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

رئیس الجامعہ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مدظلہم دارالعلوم دیوبند کے عظیم اور قدیم وممتاز فاضل اور حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ کے خاص تلامذہ کرام میں سے ہیں، آپ کو جہاں حضرت اقدس مدنی قدس سرہ سے حدیث پاک کی اجازت حاصل ہے وہیں

حق تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت وسعادت بھی عطا فرمائی ہے کہ آپ نے درس نظامی کی ہر کتاب کی ابتداء حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہ سے کرائی، بخاری شریف کی ابتدا بھی چونکہ آپ نے حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ سے کی اس طرح آپ کو حضرت تھانوی سے بھی اجازت حدیث حاصل ہے، حکیم الامت مجدد ملت حضرت اقدس تھانوی کی سب سے عالی سند جس میں حضرت اقدس مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ تک صرف دو واسطے ہیں، اس اجتماع کی برکت سے حضرت مہتمم صاحب مدظلہم کے ذریعہ سے یہ مبارک اور عالی سند بھی تمام فضلاء کرام کو حاصل ہوئی اس طرح ان کا سلسلہ سند شیخین مکرمین حضرت اقدس تھانوی وحضرت اقدس مدنی قدس سرہما دونوں بزرگوں کے ذریعہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک پہنچتا ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

وذلك فضل الله يؤتيه من يشا والله ذوالفضل العظيم۔

اس نعمت کے حصول پر وہ جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مہتمم صاحب مدظلہم کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور صحت وعافیت سے تادیر انہیں سلامت باکرامت رکھیں، امین۔

بہر حال جامعہ کا یہ ساٹھ سالہ سہ روزہ تاریخی اجتماع شب وروز جاری رہا اور مسلسل تین دن تک علم وعرفان کی بارش برستی رہی، اجتماع کی آخری نشست اتوار کے روز ۲۹/اپریل کو بعد عصر منعقد ہوئی جس میں تلاوت کلام پاک کے بعد مختصر سے بیانات ہوئے رئیس الجامعہ دامت برکاتہم کی تشریف آوری ہوئی پورے مجمع نے کھڑے ہوکر ان کا استقبال کیا، یہ منظر بڑا عجیب اور دیدنی تھا فرط محبت وعقیدت سے ہر ایک کی عجیب کیفیت اور شدت جذبات سے ہر آنکھ اشکبار تھی، حضرت مہتمم صاحب مدظلہم نے بڑی دل سوزی کے ساتھ سب حاضرین، عالم اسلام، پاکستان، مدارس ومساجد اور تمام مسلمانوں کیلئے دعا کرائی اور یہی دعا اس اجتماع کا حاصل تھی، نہایت تزک واحتشام سے منعقد ہونے والا یہ اجتماع اس دعا پر کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، حق تعالیٰ تمام منتظمین ومعاونین بالخصوص حضرت اقدس مولانا محمد عبیداللہ صاحب، صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی، حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب، حضرت مولانا ارشد عبید، حضرت مولانا محمد اکرم کشمیری، مولانا قاری اجود عبید، عزیز صاحبزادہ زبیر حسن سلمہ، برادرم مولانا فہیم الحسن تھانوی کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی انتھک جدوجہد ومحنت سے یہ عظیم تاریخی اجتماع کامیابی کے ساتھ سرزمین لاہور میں منعقد ہوا۔

امام حرم کی پاکستان تشریف آوری

مرکز علم وعرفان جامعہ اشرفیہ لاہور کے سالانہ اجتماع کے فوراً بعد یہ خوشخبری بھی سنائی گئی کہ حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہم کی دعوت پر امام کعبہ فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ تعالیٰ عنقریب پاکستان تشریف لا رہے ہیں، شدت سے ان کی آمد کا انتظار ہونے لگا بالآخر حضرت موصوف پاکستان تشریف لے آئے اور لاہور ائیر پورٹ پر ان کا شاندار استقبال ہوا اور انہیں باقاعدہ صدر کا پروٹوکول دیا گیا، طے شدہ پروگرام کے مطابق فجر کی نماز انہوں نے جامعہ اشرفیہ کی مسجد حسن میں پڑھائی جس میں مسلمانوں کے جم غفیر اور مجمع کثیر نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

فضیلۃ الشیخ حضرت امام کعبہ نے جامعہ کی طرف سے ایوان اقبال میں منعقد ہونے والی تقریب ''تقریب اسناد'' میں بھی تشریف لانا تھا احقر مع برادرم مولانا اشرف علی صاحب ومولانا مفتی طاہر مسعود صاحب زید مجدہما ودیگر رفقاء بروقت وہاں پہنچ گیا، وہاں پہنچ کر ان کی تشریف آوری کا کافی انتظار کرنا پڑا، سب ہی حضرات ان کی زیارت وملاقات اور دیدار کے شدت سے منتظر تھے بالآخر انتظار کی کربناک گھڑیاں ختم ہوئیں اور فضیلۃ الشیخ امام الحرم حضرت عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ تعالیٰ تشریف لے آئے اس وقت ایوان اقبال کی فضا نعرہ تکبیر سے گونج اٹھی اور تمام شرکاء کے چہروں پر خوشی کی لہریں دوڑنے لگیں، تقریباً سوا گھنٹہ تک یہ مجلس جاری رہی اس میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب نے خطبہ استقبالیہ بھی پیش فرمایا اور مختلف حضرات کو اسناد تقسیم کی گئیں اور آخر میں فضیلۃ الشیخ حفظہ اللہ تعالیٰ کا نہایت بصیرت افروز اور جامع خطاب ہوا جس میں آپ نے جامعہ اشرفیہ کی خدمات کو سراہا اور علم واہل علم کی فضیلت کو اجاگر فرمایا، انہوں نے مسلمانوں کو علم دین سے وابستہ رہ کر عہد حاضر کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کیلئے دنیوی علوم وفنون سیکھنے کی بھی ترغیب دی، مغرب کی نماز آپ نے بادشاہی مسجد لاہور میں پڑھائی جس میں لاکھوں افراد نے شرکت کی، جمعۃ المبارک کی نماز فیصل مسجد اسلام آباد میں طے تھی یہاں تقریباً چار لاکھ افراد نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر اہتمام تاریخی تقریب

۳ر جون ۲۰۰۷ء اتوار بعد مغرب پنجاب ہاؤس اسلام آباد میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے ایک تاریخی تقریب منعقد ہوئی جس میں امام حرم فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ

کے ساتھ ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا، مغرب کی نماز تمام شرکاء نے حضرت الامام حفظہ اللہ کی اقتدا میں ادا کی، تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا پھر نعت پیش کی گئی، حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہم، مفتی اعظم حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہم، مولانا طارق جمیل صاحب نے بڑے عمدہ بیانات فرمائے، وفاق المدارس اور دینی مدراس کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے وفاق کی خدمات کا بھی ذکر کیا گیا، وفاقی وزیر اعجاز الحق کے بعد حضرت فضیلۃ الشیخ حفظہ اللہ نے مفصل بیان فرمایا آپ نے علماء کرام اور وفاق المدارس کی خدمات پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا امت مسلمہ کو اتحاد کی دعوت کے ساتھ حضرات علماء کرام کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا، انہوں نے اس بات کی طرف بطور خاص زور دیا کہ فقہی اور فروعی اختلافات کو ان کے اصل درجہ میں رکھا جائے اور انہیں خواہ مخواہ نزاع اور باہمی جنگ وجدال کا ذریعہ نہ بنایا جائے، انہوں نے اس حقیقت کا برملا اعتراف واعلان فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگ اور راہنما ہیں، ہم پر تمام فقہاء کرام کا احترام واجب ہے جو لوگ ان پر طعن وتشنیع کرتے ہیں وہ قاصر العلم والعقل ہیں، حضرت امام کعبہ نے حضرات علماء کرام کو ہدایت فرمائی کہ وہ حکمرانوں کو صحیح اور حق بات ضرور کہیں لیکن ان کا انداز حکیمانہ اور نرم ہونا چاہئے، حق تعالیٰ نے جب حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو فرعون کے پاس بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ وہ بات نرمی سے کریں کہ شاید فرعون نصیحت حاصل کرلے، حضرت الامام کا خطاب نہایت شاندار اور جاندار تھا، امید ہے کہ ماہنامہ وفاق المدارس میں اس کا پورا متن مع ترجمہ شائع ہوجائے گا۔

احقر کا یہ سفر بھی برادرم مولانا اشرف علی صاحب ومولانا طاہر مسعود صاحب کے ساتھ ہوا، عشاء کے وقت اس تقریب سعید سے ہم فارغ ہوئے اور رات کے تین بجے بخیریت واپس سرگودھا پہنچے، حضرت امام حفظہ اللہ کی زیارت اور ان کی اقتدا میں نماز کی سعادت پر ہم اس قدر خوش تھے کہ دن رات سفر کے باوجود تھکان اور تھکاوٹ کا ہمیں احساس تک نہ ہوا، والحمدللّٰہ علی ذٰلک۔

حضرت امام کعبہ حفظہ اللہ کا یہ دورہ جامعہ اشرفیہ کی خصوصی دعوت پر ہوا اور ہمیں بھی دومرتبہ لاہور، اسلام آباد میں خصوصی تقریب میں ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اس پر ارباب جامعہ بجاطور پر مبارک باد کے مستحق ہیں جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزا، ساٹھ سالہ اجتماع کے بعد یہ عظیم اور مبارک دورہ جامعہ اور متعلقین کیلئے بلاشبہ ایک عظیم نعمت اور سعادت ہے، حق تعالیٰ امت مسلمہ کیلئے اسے مبارک ونافع فرمائیں، آمین۔

ایک عظیم فقہی مجلس کاانعقاد

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کا تاریخی اقدام

عالم اسلام کو درپیش بے شمار مسائل میں سے حجاج کرام کیلئے ایک اہم مسئلہ حج کے ایام میں قصر واتمام کا بھی ہے یعنی ۸/ذوالحجہ سے قبل منیٰ میں جانے سے پہلے مکہ معظّمہ میں قیام کیلئے جس شخص کو پندرہ یوم نہ ملتے ہوں، لیکن منیٰ میں قیام کی مدت کو ملا کر پندرہ دن پورے بن جاتے ہوں تو آیا یہ شخص منیٰ میں نماز پوری ادا کرے گا یا قصر کرے گا۔

یہ صورت چونکہ عام طور پر حجاج کرام کو پیش آتی ہے اور پھر عملی طور پر اس سلسلہ میں کافی اختلاف دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک گروہ منیٰ میں پوری نماز ادا کرتا ہے اور ایک قصر کرتا ہے، اس اختلاف سے مسلمانوں میں کافی انتشار اور اختلاف کی صورت حال پیدا ہوتی جارہی ہے جو کسی طرح بھی مناسب نہیں، اگرچہ اس اختلاف کی اصل بنیاد اس پر ہے کہ منیٰ ومزدلفہ، مکہ معظّمہ کا حصہ ہے یا نہیں، جن حضرات کے نزدیک یہ الگ الگ مقام ہیں ان کے نزدیک اس صورت میں ایسا شخص مسافر ہوگا کیونکہ ایک جگہ پندرہ یوم رہنے کی شرط نہیں پائی گئی اور جن حضرات کے نزدیک منیٰ ومزدلفہ، مکہ معظّمہ کا حصہ بن چکے ہیں ان کے نزدیک اس صورت میں یہ شخص مقیم ہونے کی وجہ سے منیٰ ومزدلفہ میں نماز پوری ادا کرے گا، ولکل وجهة هوموليها۔

بہرحال عوام میں اس اختلاف سے کافی تشویش پائی جاتی ہے۔

اسی طرح یوم النحر میں رمی، ذبح، حلق کے مابین ترتیب کے وجوب کا مسئلہ بھی موجودہ حالات میں قابل توجہ بن چکا ہے۔

اس صورت حال کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے عالم اسلام کی عظیم اسلامی یونیورسٹی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مدیر مکرم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب حفظہ اللہ اور ان کے رفقاء نے بروقت الجامعۃ الاسلامیہ میں ۱۳/۱۴/ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ کیم، ۲/مئی ۲۰۰۷ء کو ملک بھر کے جید علماء کرام وفقہاء عظام کا ایک عظیم اجتماع منعقد فرمایا جس نے دو دن تک ان مسائل کا جائزہ لیا اور اپنے مقالات کا خلاصہ پیش کیا۔

اس سلسلہ میں چونکہ اختلاف آراء ایک فطری امر تھا لیکن مجلس میں ہر دو فریقین کے موقف

اور دلائل کو بغور سنا گیا اور بالآخر دس افراد پر مشتمل ایک کمیٹی اس اختلاف کے حل کیلئے تجویز کی گئی، اس کمیٹی نے غور و خوض کے بعد ان مسائل کے حل کیلئے درج ذیل تجویز پیش کی:

۱۔ منیٰ میں قصر و اتمام کے مسئلے پر غور کرتے ہوئے یہ طے پایا کہ پہلے اس مسئلے کی تحقیق کیجائے کہ اگر بالفرض منیٰ کو مکہ مکرمہ کا حصہ تصور کرلیا جائے پھر بھی ''مبیت مزدلفہ'' کی نیت مدت اقامت میں مانع ہوگی یا نہیں، کیونکہ اگر مانع ہے تو منیٰ کو جزء مکہ تسلیم کرنے کے باوجود خروج الی المزدلفہ کی بنا پر قصر کرنا ہی ضروری ہوگا اور اس مسئلے کا دارومدار اس پر ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شہر یا بستی میں پندرہ دن اقامت کی نیت اس ارادے کے ساتھ کرے کہ وہ اس دوران ایک رات اس شہر یا بستی سے باہر کسی ایک جنگل میں گزارے گا جو صالح للاقامۃ نہیں ہے تو وہ مقیم سمجھا جائے گا یا مسافر؟ اس بارے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

شرکائے مجلس کی رائے ہے کہ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ منیٰ اب بحالت موجودہ بستی کے حکم میں ہے یا ویرانے کے؟ اس کیلئے یہ بھی طے ہوا کہ ایک وفد مکہ مکرمہ جائے اور منیٰ کا مشاہدہ کرے کہ منیٰ کو مکہ مکرمہ کا حصہ قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

اسی تناظر میں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے بعض شرکاء کی درخواست پر اعلان فرمایا کہ جب تک اتفاق کی صورت سامنے نہ آئے ہم اکابر کے پرانے فتویٰ پر عمل کریں گے اور وہی فتویٰ جاری کریں گے۔

۲۔ رمی ذبح اور حلق میں ترتیب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے اور باقی تمام حضرات کے نزدیک سنت، لہٰذا تمام حجاج کیلئے ضروری ہے کہ وہ حتی الامکان اس ترتیب کا پورا لحاظ رکھیں، بالخصوص ذبح سے پہلے حلق نہ کریں، کیونکہ نص قرآنی ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ اس کو بالکل ناجائز قرار دیتی ہے اور اس غرض کیلئے حج کے گروپس کو تاکید کی جائے کہ وہ اپنے گروپ کے لوگوں کیلئے قربانی کا انتظام کریں تاکہ قربانی یقینی طور پر حلق سے پہلے ہو، تاہم اگر کسی شخص سے ناواقفیت یا کسی شدید عذر کے تحت مذکورہ بالا ترتیب کی مخالفت (ہو) تو وہ توبہ و استغفار کرے اور صاحب وسعت ہو تو دم بھی دے، البتہ جو غریب حاجی اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس کیلئے صاحبین اور جمہور رحمہم اللہ کے مذہب پر عمل کی گنجائش ہے۔

بینک کے ذریعے قربانی (دم تمتع، دم قران) کرانے کے بارے میں یہ طے ہوا کہ اس کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنے سے پہلے بینک کے طریقہ کار کی مکمل اور اطمینان بخش تحقیق ضروری ہے جس سے مندرجہ ذیل امور واضح ہو جائیں:

(الف) کیا قربانی ۱۳ر ذوالحجہ اور اس کے بعد بھی کی جاتی ہے؟

(ب) جانوروں کے انتخاب میں شرعی شرائط ملحوظ رکھنے کی کیا ضمانت ہے؟

(ج) لاکھوں انسانوں کی قربانی کیلئے جتنا وقت رکھا گیا ہے اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اس وقت میں یہ تمام قربانیاں ہونا ممکن ہے؟

(د) ذبح کا طریق کار کیا ہے؟ کیا اس سے عروق اربعہ میں سے اکثر کا کٹنا اور تسمیہ وغیرہ کی شرعی شرائط پوری ہوتی ہیں یا نہیں؟

اس تجویز کے بعد یہ اجلاس مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم کی دعا پر اختتام پذیر ہوا، اس اجلاس سے رئیس المحدثین حضرت مولانا شیخ سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم، مفتی اعظم حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہم نے بھی خطاب فرمایا اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے ارباب اہتمام واراکین کی اس کاوش کو بے حد سراہا اور زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

عالم اسلام کے مسائل کے حل کیلئے ان حضرات کی یہ جدوجہد بلاشبہ انتہائی مبارک اور لائق صد تحسین ہے، حق تعالیٰ مخدومنا المکرم حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم اور ان کے تمام رفقاء کرام بالخصوص حضرت مولانا محمد سلیمان یوسف بنوری، حضرت مولانا امداد اللہ صاحب، حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب کو اس عظیم الشان فقہی کاوش کے انعقاد پر جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی محنت کو بارآور فرمائے، آمین۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ

ضلع اٹک میں علاقہ چھچھ مشہور مقام ہے اس علاقہ میں صاحب علم وفضل اور باکمال ہستیوں کی کمی نہ تھی، علمی اعتبار سے یہ خطہ مردم خیز اور اپنے دور کا بخاریٰ شمار ہوتا تھا، حضرت علامہ غلام نصیر الدین

صاحب غور غشتی اور حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری رحمہم اللہ تعالیٰ اسی خطہ یونان کی عظیم شاہکار علمی شخصیات تھیں۔

اسی مقدس قافلہ کی اہم شخصیات میں سے ایک عظیم شخصیت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنی صاحب کی بھی تھی جو ۱۰؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ ۲۶؍مئی ۲۰۰۷ء کو ایک سو سال سے زائد عمر پا کر اس دار فانی سے انتقال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب کے والد مولانا سعدالدین اور دادا کا نام سراج الدین تھا جو علاقہ چھچھ کے جید عالم فاضل تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی اور پھر مظاہر العلوم سہارنپور میں ایک سال تک پڑھنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، وہاں چار سال تعلیم حاصل کی اور ۱۹۳۳ء میں دورہ حدیث شریف حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اور دیگر اساتذہ کرام سے پڑھا، فراغت کے بعد کلکتہ اور لاہور، کراچی کے بڑے مدارس میں سالہا سال تک تدریس کی اور بالآخر اپنے گاؤں جلالیہ میں سکونت اختیار فرمائی اور ساری زندگی دینی تعلیم وتدریس دین کی نشر واشاعت اور تبلیغ میں گزار دی، آپ کے صاحبزادگان میں حضرت مولانا عبدالباسط صاحب بڑے جید عالم اور فاضل احقر کے استاذ گرامی قدر حضرت علامہ شیخ محمد موسیٰ روحانی بازی کے خاص شاگرد اور مطول کے شارح تھے۔

۱۴۲۲ھ کے شروع میں جب احقر عزیزان مولوی طارق زمان، مولوی محمد زکریا، مولوی عبدالحفیظ سلمہم کی دعوت پر بہبودی حاضر ہوا تو اس موقع پر جلالیہ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب کی خدمت میں بھی حاضری دی اور کچھ دیر آپ کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی حضرت نے اس مجلس میں مظاہر العلوم سہارنپور میں اپنے داخلہ اور حضرت اقدس شیخ المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی زیارت اور مدینہ منورہ کیلئے آپ کی ہجرت کا واقعہ بھی بڑی تفصیل سے سنایا تھا اور غالباً اپنے دادا حضرت مولانا سراج الدین صاحب کے بارہ میں بتایا کہ وہ حضرت حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی کے ہم عصر اور حضرت علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، اس سے حضرت مولانا کی علمی نسبت اور مقام واضح ہے۔

احقر جلالیہ تاہنوز ایک ہی مرتبہ حاضر ہوا، البتہ مدینہ منورہ میں بھی جب حضرت عمرہ کے

سفر پر تھے ملاقات اور مصافحہ اور دریافت خیریت کا موقع مل گیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی طویل عمر عطا فرمائی اور آپ سے خوب دین کا کام لیا، وذلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرماویں اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازیں، امین۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب جام پوری رحمۃ اللہ علیہ

روزنامہ اسلام میں یہ خبر پڑھ کر بہت افسوس ہوا کہ حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب جام پوری رحمہ اللہ انتقال فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ جناب حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری نے بھی فون پر اس حادثہ کی اطلاع دی اور بتایا کہ حضرت مولانا بخاری شریف کا سبق پڑھا رہے تھے کہ اچانک آواز بند ہوگئی دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ اس دار فانی کی سرحدیں پار کر چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل سے نوازیں، امین۔

حضرت مولانا مرحوم دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت علامہ عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید تھے۔۱۹۴۰ء میں دورہ حدیث شریف کیا، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ سے تلمذ کے شرف کے ساتھ ان سے خاص عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔حضرت مولانا مرحوم نے ساری زندگی درس وتدریس وعظ ونصیحت تصنیف وتالیف اور تبلیغی خدمات میں گزاری، آپ ایک بہترین مدرس اور کامیاب مبلغ ومناظر تھے، جامع مسجد محمدیہ اور جامعہ ابی بکر آپ کی بہترین یادگار اور باقیات صالحات ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ترقی عطا فرمائیں اور ان کے فیض کو عام وتام فرمائیں، امین۔

حضرت مولانا مرحوم کو اپنے اکابر اور اساتذہ کرام سے بڑی عقیدت ومحبت تھی اس کا اندازہ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے حضرات کو بخوبی حاصل تھا، حضرت اقدس شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے رشتہ تلمذ اور عقیدت ومحبت کے باوجود دیگر اکابر سے بھی آپ کو بڑی عقیدت ومحبت تھی۔

حضرت حکیم الامت مجدد ملت حضرت اقدس مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضری اور زیارت واستفادہ کا واقعہ وہ اکثر بڑے اہتمام سے بیان فرماتے اس کی تفصیل ان کی اپنی زبانی یہ ہے:

''ہم صبح دیوبند سے چلے راستہ پوچھتے ہوئے تھانہ بھون جمعہ کے وقت پہنچ گئے، راستہ میں

بعض گاؤں ایسے تھے جہاں مسلمان بالکل معمولی تعداد میں تھے وہ بھی غریب مزدور قسم کے تھے، ایک بستی میں گئے ناشتہ کا ارادہ کیا، بستی والوں سے پتہ چلا کہ یہاں دھوبیوں کے چند گھر ہیں وہ مسلمان ہیں ہمارے رفقاء کا یہ قافلہ علم جب ان کے دروازہ کے قریب پہنچا تو وہ مسلمان مرد عورتیں والہانہ طور پر ان کے ملنے کیلئے نکل آئے اور بوڑھے مرد اور عورتیں رو رو کر ہم سے ملے جس طرح بچھڑے ہوئے بھائی ملتے ہیں، ان کے اصرار کے باوجود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کشش ہمیں کشاں کشاں لئے جارہی تھی، مجھے اب تک ایسی بستیوں کا حال سن کر افسوس ہوتا ہے کہ پارٹیشن (تقسیم ہند) کے وقت ایسے نہتے مسلمانوں کا کیا بنا ہوگا۔

بہرحال ہمارا قافلہ جمعہ کے وقت تھانہ بھون پہنچا، دل باغ باغ ہوگیا مسرت اور شادمانی کی حد نہ رہی، خدا معلوم یہاں اس خانقاہ عالیہ سے کیسے کیسے اکابرین ملت اور معماران قوم پیدا ہوئے علم کا مرکز، روحانیت کا ملجاء وماوئی، اخلاق کا سرچشمہ، صالحین کا گھروہ خانقاہ تھی، جمعہ کے وقت حضرت تھانوی قدس سرہ سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا، فاروقی النسل، صاحب جلال و جمال، چہرہ بارعب وباوقار، ریش مبارک سفید، رنگ سرخ گندمی، یوسف ثانی، رازی وقت، غزالی دوران، چلتا پھرتا کتب خانہ تھے اور علم کا خزانہ تھے، دو گھنٹہ تک مصاحبت کا شرف رہا۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت نے حضرت شیخ امیر الہند مولانا حسین احمد مدنی صدر مدرس دیوبند کی خیریت دریافت کی اور فرمایا کہ افسوس کہ وہ مقام جو مولانا کو نصیب ہوا ہم اس سے محروم رہے، وہ ہمارے اساتذہ اور اکابرین کے جانشین بنے اور فرمایا کہ میرے سلام پہنچانے کے بعد مولانا سے میرے لئے دعائے حسن خاتمہ کی درخواست پیش کرنا"۔

سبحان اللہ! کیا ان حضرات کا مقام تھا کہاں وہ اختلاف کہاں یہ محبت اور الفت کے نظارے رحماء بینہم کا صحیح نقشہ یا اکابرین دیوبند ہی تھے کثر اللہ امثالھم۔

(اصحاب رسول ﷺ قرآن مجید کے آئینہ میں ص ۳۲)

اس واقعہ سے جہاں وقت کے دونوں بزرگوں کی محبت اور تعلق کا پتہ ملتا ہے وہیں دونوں حضرات کے ساتھ مولانا مرحوم کے تعلق اور محبت کا بھی اندازہ ہوتا ہے، بے اعتدالی کے اس دور میں یہ اعتدال بلاشبہ انہی حضرات کا حصہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر معاملہ میں اعتدال پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں، امین۔

۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۹۸۰ء کی بات ہے کہ جام پور شہر میں مجلس صیانۃ المسلمین کا سالانہ جلسہ ہوا جس میں اکابر علماء کرام ومشائخ عظام نے شرکت کی حضرت اقدس والد صاحب قدس سرہ کے ساتھ احقر بھی اس اجتماع میں شریک ہوا اس موقع پر پہلی مرتبہ حضرت مولانا مرحوم کی زیارت ہوئی، فجر کی نماز کے بعد ان کی مسجد جامع مسجد محمدیہ میں حضرت والد صاحب نے درس قرآن کریم دیا جو تقریباً دو گھنٹہ تک جاری رہا، اس درس میں علمی نکات اور علوم ومعارف کی ایسی بارش ہوئی کہ سب سامعین محو حیرت تھے حتیٰ کہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا عبدالحی صاحب بھی بے حد متاثر ہوئے سب نے اس درس کو بے حد سراہا اور خوب داد دی۔ احقر اس کے بعد بھی جام پور حاضر ہوتا رہا حضرت والد صاحب قدس سرہ کی وفات کے بعد ۱۴۲۲ھ میں مجلس کے جلسہ پر حاضری ہوئی تو حضرت مولانا مرحوم کی صدارت میں بیان کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، حضرت مولانا نے بڑی توجہ سے بیان سنا اور اپنی مسرت کا اظہار فرمایا اس اجتماع میں حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب قدس سرہ سابق شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کبیروالا بھی تشریف لائے تھے، اس لئے اگلے روز فجر کے بعد ان سے مجلس ہوئی جس میں حضرت موصوف نے اپنی تعلیمی زندگی کے واقعات سنائے۔

۱۴۲۶ھ میں احقر جامعہ حقانیہ شکارپور کے افتتاح کیلئے شکارپور گیا وہاں سے واپسی پر جمعہ جامع مسجد محمدی میں ہی پڑھا یا بعد میں گھر جا کر ان کی زیارت وملاقات کی اس روز انکی طبیعت کچھ کمزور تھی اس کے باوجود بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اپنی کتاب ''اصحاب رسول کریم ﷺ قرآن کے آئینہ میں'' بھی عنایت فرمائی۔

گزشتہ سال ۱۴۲۷ھ میں عزیز مولوی نصر اللہ سلمہ نے فاضل پور سے اطلاع کی کہ حضرت مولانا سرگودھا تشریف لا رہے ہیں احقر کی درخواست پر کچھ دیر کیلئے ساہیوال تشریف آوری بھی منظور فرمائی، چنانچہ جمعہ کے روز ۷ار ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ کو ۱۰ بجے جامعہ حقانیہ میں تشریف لائے اور تخصص کے طلبہ سے خطاب فرمایا، ان کی درخواست پر انہیں حدیث پاک کی اجازت بھی دی، یہاں تشریف آوری پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور وقت کی تنگی پر انہیں بہت افسوس ہوا ہمیں بھی اس کا احساس رہا جمعہ چونکہ سرگودھا میں طے تھا اس لئے جلد ہی واپس تشریف لے گئے، اس موقع پر اپنی بعض مطبوعات بھی عنایت فرمائیں احقر نے بھی حضرت اقدس والد صاحب قدس سرہ کی بعض تالیفات انہیں پیش کیں تو خوش

ہوکر فرمایا کہ "آپ نے تو کتابوں کا انبار لگا دیا" اس مختصری مجلس میں انہوں نے تھانہ بھون حاضری کا واقعہ بھی بڑی دلچسپی سے سنایا اور طلبہ کو بھی بڑی قیمتی نصائح فرمائیں۔

برادر محترم جناب حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری کی دعوت پر احقر ۵/اپریل ۲۰۰۷ء جمعرات ۱۶/ربیع الاول ۱۴۲۸ھ کو جام پور حاضر ہوا عشا کے بعد بیان تھا نماز کے بعد حضرت مولانا مرحوم مسجد میں تشریف لے آئے ملاقات پر فرمایا کہ "میں صرف آپ سے ملنے آیا ہوں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا لیکن ملاقات کیلئے آنا بھی ضروری تھا بیان میں تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا جاؤں گا" یہ حضرت مولانا کی خاص شفقت وعنایت تھی ورنہ احقر کا پروگرام تھا کہ صبح خود انکی خدمت میں حاضری دونگا، فجر کے بعد جامع مسجد محمدیہ میں درس قرآن تھا احقر درس سے فارغ ہوا تو پیغام آیا کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں، آپ سے ملاقات کرنی ہے، چنانچہ تھوڑی دیر میں تشریف لے آئے اور کافی دیر تک گفتگو فرماتے رہے، حضرت کے صاحبزادہ اور مولانا ساقی صاحب کے علاوہ جناب اکبر شاہ صاحب بخاری بھی شریک مجلس تھے، بعض مسائل پر بھی آپ نے مشورہ فرمایا اور مسائل پر یہ گفتگو حضرت مولانا نے عربی زبان میں فرمائی احقر کی جوابی معروضات پر خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا اگرچہ احقر آپ کے موقف سے اتفاق نہیں کر سکا لیکن اس کے باوجود آپ نے کسی قسم کی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا، پوری مجلس میں اول تا آخر شگفتگی اور شفقت کا ماحول رہا کافی دیر کے بعد فرمایا کہ اب آپ آرام کریں۔

احقر نے جمعہ ڈیرہ غازیخان میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب شاہجمالی مدظلہم کے ہاں پڑھانا تھا اس لئے اجازت چاہی تو فرمایا کہ "ہمارا مدرسہ جامعہ ابی بکر دیکھ کر ڈیرہ جائیں اور میں بھی وہاں آجاؤنگا" چنانچہ جب ہم جامعہ میں پہنچے تو حضرت مولانا ہم سے پہلے تشریف لا چکے تھے، یہاں مختصر مجلس ہوئی ہمیں جلدی تھی اس لئے دعا کے بعد ہم نے اجازت لی، آخر میں فرمایا کہ "آپ جب بھی جام پور آئیں یا اس علاقہ کا سفر ہو تو قیام ہمارے ہاں کیا کریں یہ آپ کی اپنی جگہ ہے" لیکن یہ کسے معلوم تھا کہ احقر اب دوبارہ ان کی زندگی میں یہاں نہیں آسکے گا اور عنایت وشفقت کی پیکر یہ شخصیت دو ماہ بعد ہم سے رخصت ہو جائے گی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کے درجات بلند فرمائیں اور ان کے فرزندان گرامی کو ان کے مشن کی تکمیل کی توفیق دیں، امین۔

یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کریم کس کیلئے سبب ہدایت ہے

ھدی للمتقین (یہ کتاب ہدایت ہے متقیوں کیلئے) سورہ بقرہ میں دوسری جگہ رکوع ۲۳ میں قرآن مجید کو ھدی للناس فرمایا اور یہاں ھدی للمتقین فرمایا ہے، دونوں باتیں صحیح ہیں، قرآن کی دعوت عام ہے ہر انسان کو قرآن نے حق کی دعوت دی ہے اور بار بار سمجھایا ہے اور دلائل پیش کئے ہیں جن کو سامنے رکھ کر تھوڑی سے سمجھ رکھنے والا بھی ہدایت پر آ سکتا ہے لیکن چونکہ اس سے وہی لوگ نفع حاصل کرتے ہیں جو اپنی عقل وفکر کو استعمال کر کے حق قبول کرتے ہیں اور یہ طے کر چکے ہیں کہ ہمیں گمراہی میں نہیں رہنا اور شرک وکفر سے بچنا ہے اس لئے یہاں ھدی للمتقین فرمایا، لفظ اتقاء (جس سے متقی کا لفظ ماخوذ ہے اور اس کی جمع متقین ہے) اس کا معنی بچنے کا ہے اور ڈرنے کے معنی میں بھی لیا جاتا ہے، لفظ تقویٰ اور اتقاء دونوں کا مادہ ایک ہی ہے شرک اور کفر سے بچنا اور ایمان قبول کر کے چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنا اور مزید ترقی کر کے مشتبہات سے بچنا اور اپنے باطن کو صرف ذات حق تعالیٰ شانہ ہی میں مشغول رکھنا اور اسی کی طرف متوجہ رہنا یہ سب تقویٰ میں آتا ہے اھدنا الصراط المستقیم میں جو یہ بات بتائی گئی تھی کہ اس میں ہدایت پر ثابت رہنے کی دعا ہے یہاں بھی وہ بات کہی جاسکتی ہے جو لوگ متقی ہیں قرآن مجید پڑھ کر اور سن کر ان کی صفت تقویٰ میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور ایمان بڑھ جاتا ہے (فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون)

متقین کی صفات

اس کے بعد متقین کی صفات بیان فرمائیں، اول یہ کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جن باتوں کی خبر دی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جو باتیں بتائی ہیں ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے ان سب کو مانتے ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں بغیر دیکھے، صرف خبر پر ایمان لے آنا یہ ایمان بالغیب ہے اور ایمان بالغیب ہی معتبر ہے، جب قیامت کا دن ہو گا تو وہاں کے حالات

سب ہی دیکھ لیں گے اور مان لیں گے لیکن دیکھنے کے بعد مان لینا اور ایمان لانا معتبر نہیں۔

متقیوں کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی ویقیمون الصلوٰۃ یعنی وہ نماز قائم کرتے ہیں، یصلّون نہیں فرمایا بلکہ یقیمون الصلوٰۃ فرمایا نماز قائم کرنا یہ ہے کہ نماز کے فرائض وواجبات وسنن ومستحبات سب کو خوب دھیان اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کیا جائے تفسیر ابن کثیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے اقامۃ الصلوٰۃ اتمام الرکوع والسجود والتلاوۃ والخشوع والاقبال علیہا فیہا یعنی نماز کا قائم کرنا یہ ہے کہ رکوع سجدہ پورا پورا ادا کیا جائے اور تلاوت بھی صحیح ہو اور نماز میں خشوع بھی ہو اور نماز پڑھتے وقت نماز کا دھیان بھی ہو۔

پھر فرمایا وممارزقنٰھم ینفقون (اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں) متقیوں کی صفت اقامت الصلوٰۃ بیان کرنے کے بعد (جو عبادات بدنیہ میں سے سب سے اہم بڑی عبادت ہے) مالی عبادت کا ذکر فرمایا، یعنی متقیوں کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے اللہ کی رضا کیلئے خرچ کرتے ہیں، اس میں مالی فرائض (زکوٰۃ اور عشر) اور واجبات (صدقۃ فطر وغیرہ) نفلی صدقات سب داخل ہیں۔

پھر فرمایا والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (جو لوگ متقی ہیں وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا) ایمان وہ معتبر ہے جس میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے تمام رسولوں پر اور اس کی تمام کتابوں پر ایمان ہو، اللہ کے کسی ایک نبی یا اس کی کسی ایک کتاب کا انکار کرنا بھی کفر ہے لانفرق بین احد من رسلہ میں اسی بات کا اعلان کیا گیا ہے وما انزل من قبلک کے عموم میں قرآن کریم سے پہلی تمام کتابوں اور صحیفوں پر ایمان لانا شامل ہے، بعض صحیفوں کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے (صحف ابراہیم وموسیٰ) اللہ کی جن کتابوں اور صحیفوں کا علم ہے اور جن کا علم نہیں ان سب پر ایمان لانا اور اللہ کی کتاب ماننا فرض ہے۔

پھر فرمایا وبالآخرۃ ھم یوقنون (اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں) ایمان کے تین اہم جزو ہیں توحید، رسالت اور مرنے کے بعد زندہ ہونے ...... پر ایمان لانا، یہاں ان تینوں چیزوں کو بتادیا ہے اور اس کے ساتھ ہی نماز اور زکوٰۃ کا بھی ذکر فرمادیا کیونکہ ایمان قلبی کے بعد دوسرا درجہ نماز کا ہے اور اس کے بعد زکوٰۃ ہے، ایک فریضہ بدنیہ اور دوسرا فریضہ مالیہ بیان فرمادیا (ماخوذ انوار البیان)

درس حدیث

رحمۃ الفردوس ترجمہ بہجۃ النفوس

مؤلف: حضرت امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الازدی الاندلسی رحمہ اللہ
مترجم: شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ

حدیث البیعۃ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ سے) فرمایا مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کروگے، چوری نہ کروگے، زنا نہ کروگے، اپنی اولاد کو قتل نہ کروگے، اور (کسی پر) ایسا بہتان نہ باندھوگے جو کھڑے کھڑے گھڑ لیا جائے، اور اچھی باتوں میں میری نافرمانی نہ کروگے، پس جو کوئی اس (عہد) کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو ان (گناہوں) میں سے کسی کا ارتکاب کرے گا اگر دنیا ہی میں اس کو سزا دے دی گئی تو وہ اس کے (گناہوں کے) لئے کفارہ ہے اور جس نے ان (گناہوں) میں سے کسی کا ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے خواہ اس کو معاف کردیں یا عذاب کردیں، پس ہم نے اسی پر آپ سے بیعت کی۔

شرح:

بیعت کی حقیقت اور اس کی اقسام

(۳۲) بیعت ایک قسم کا عہد ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک بیعت عامہ دوسرے بیعت خاصہ، بیعت عامہ کی پھر دو قسمیں ہیں ایک وہ جو بدوں کسی شرط کے صحیح ہے دوسرے وہ جو چند شرطوں کے بعد صحیح ہے، جو بیعت بدوں کسی شرط کے صحیح ہے اس کی مثال باپ کی ولایت ہے بیٹے پر، مرد کی اپنی بیوی اور غلاموں پر (کیونکہ بیٹے کا بیٹا ہونا، عورت کا بیوی ہونا، غلام کا غلام ہونا باپ اور شوہر اور آقا کی ولایت کو مستلزم ہے پس یہ بھی ایک عہد ہے جس کے حقوق کا ادا کرنا ان کے ذمہ ہے اور یہ ولایت (باپ اور شوہر اور آقا کو) اللہ تعالیٰ کے حکم سے حاصل ہے اس لئے اس میں شرطوں کی ضرورت نہیں، اور اس کا بیان حدیث کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ کی شرح میں آئے گا۔

اور جو بیعت عامہ بدوں شرطوں کے صحیح نہیں اس کی تین قسمیں ہیں ایک وہ جو بذات خود ثابت ہے اور شرطوں سے اس کی تاکید ہو جاتی ہے اور کسی وجہ سے حکمتِ الٰہی اس کی مقتضی ہوئی، دوسری وہ جو بذات خود ثابت ہے اور شرطوں سے حق کی تاکید ہو جاتی اور دوسرا حق بڑھ جاتا ہے اور تیسری وہ جو بدوں شرطوں کے صحیح نہیں بلکہ شروط ہی سے اس کا وجود ہوتا ہے، پہلی قسم کی مثال بیعت الست بربکم ہے (جو عالم ارواح میں تمام آدمیوں سے لی گئی ہے) کیونکہ خود ربوبیت ہی سے بندگی (کا حق بندوں) پر ثابت ہو چکا تھا (عہد لینے کی ضرورت نہیں تھی) مگر اس بیعت سے جو اس وقت لی گئی حق مؤکد ہو گیا اور کسی وجہ سے حکمت (الٰہی) اس کی مقتضی ہوئی اور وہ حکمت (ایک تو) یہ تھی کہ اس بیعت پر بندوں کا مکلّف ہونا موقوف تھا کہ احکام کی بجا آوری پر (ان کو) ثواب دیا جائے اور مخالفت پر عذاب دیا جائے (رہا یہ کہ بندوں کا مکلّف ہونا اس پر کیوں موقوف رکھا گیا تو اس میں) محض شرعی علت ہے عقلی یا منطقی نہیں (اس کے سوا جو اور حکمتیں ہوں گی ہم ان کا احاطہ نہیں کر سکتے)

دوسری قسم کی مثال رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا ہے کیونکہ جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا تو اسی سے آپ کی بیعت (سب پر) ثابت ہو گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے النبی اولی بالمؤ منین من انفسھم کہ نبی کا مسلمانوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق ہے تو (دیکھو) اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی جانوں سے بھی مقدم کر دیا ہے (تو آپ کا حق خود بخود ہم پر ثابت ہو چکا) پھر (لوگوں کا) حضور سے بیعت کرنا آپ کی رسالت کی تصدیق اور آپ کے احکام کا اتباع (ظاہر کرنے کیلئے) تھا اور لوگوں کا آپ کی تصدیق کرنا اسی بیعت کی تاکید ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے (تمام بندوں کے ذمہ) آپ کیلئے ثابت کر دی ہے۔

اور تیسری قسم کی مثال خلیفۂ اسلام کی بیعت ہے اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ خلیفہ کسی کو اپنے بعد خلافت کیلئے نامزد کر دے جیسا حضرت صدیق نے حضرت عمر کو نامزد کر دیا تھا دوسرے یہ کہ خلیفہ کی موت کے بعد مسلمان کسی پر اتفاق کر لیں جیسا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت عثمان پر اتفاق کیا، اور یہ حکم قیامت تک کیلئے ثابت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین میری سنت کو اور خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو (یہ بیعت عامہ کی تفصیل تھی)

محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از جمیل الکلام بقلم فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

○ فرمایا ایک صاحب کا خط آیا کہ میں نے ایک رسالہ لکھا ہے اس پر نظر اصلاح کر دو، میں نے جواب لکھا کہ مجھے تو فرصت نہیں اور دوسروں سے بلا معاوضہ کام نہیں لیتا اگر معاوضہ دو گے تو کسی سے کام کرا دوں گا، انہوں نے لکھا کہ بہت دین فروشی کر چکے ہو اب تو نہ کرو، پھر فرمایا ایسے لوگوں سے رنج نہیں ہوتا ہے، رنج تو ہوتا ہے خلاف توقع سے سوان سے توقع ہی کیا تھی اور جب کسی سے توقع ہی نہ رکھی جائے تو رنج ہی نہیں ہوگا۔

؎ جب توقع ہی اٹھ گئی غالب کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

پھر فرمایا بلکہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت ہے کہ عجب کا علاج ہو جاتا ہے، جیسے بخار میں کوئی مل جائے کنین کی تو بہت ہی اچھا ہے اور یہاں تو (نعمت) کونین کی ہے، غرض ایسے اعتراضوں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ایسے ہیں جیسے کوئی اختلافی مسئلہ، اگر ایک معتقد ہے تو ایک غیر معتقد اور یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ صواب کس کی رائے ہے تو اس تردد سے عجب کا تو علاج ہو جاتا ہے۔

○ ایک صاحب نے بنگال سے لکھا کہ لکھنؤ آنے کی اجازت چاہتا ہوں اور اگر وہاں حضرت نہ ملے تو جہاں تشریف رکھتے ہوں وہاں کی اجازت چاہتا ہوں، جواب ارقام فرمایا اس وقت تھانہ بھون جا رہا ہوں اجازت لینے کا وہاں خط لکھو، پھر فرمایا کہ وہاں کی ساری مصلحتوں پر یہاں بیٹھے ہوئے کیسے نظر ہو سکتی ہے اس لئے یہاں سے تھانہ بھون جانے نہ جانے کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔

○ ایک انگریزی خواں شخص کا خط آیا کہ اس نے انگریزی اس لئے پڑھی تھی کہ معاش میں سہولت ہو مگر چار سال ہو گئے ٹھوکریں کھاتے ہوئے، وائسرائے کے یہاں کوئی جگہ خالی ہوئی ہے تو ڈھائی ہزار درخواستیں پہنچتی ہیں پھر لکھا ہے کہ آپ آیت کریمہ کا ختم کرا کے دعا کیجئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی برکت سے مجھے کامیابی ہو جائے، فرمایا بس لوگوں نے اللہ کے کلام کی یہ برکت دیکھ رکھی ہے حالانکہ اس کی برکت کی حقیقت خود اس میں مذکور ہے کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب تو اس کی برکت کی روح تدبر وتذکر ہے یہ نہیں فرمایا کہ

لیرقوا بہ مگر ان کا کیا قصور غرض پرست لوگوں نے بگاڑ دیا ہے۔

○ فرمایا کہ کثرت سے میرے پاس خطوط آتے ہیں پیروں کی شکایت کے کہ فرمائشیں کر کر کے ناک میں دم کردیا ہے، ایک صاحب نے لکھا تھا کہ کوئی بڑی فرمائش کی اور دام دینے کا بھی وعدہ کیا مگر دام نہیں دیئے مگر پھر بھی پیر پیر ہیں اور مرید مرید جیسے آجکل کا نکاح کہ طلاق سے وہ نہیں ٹوٹتا، کفر سے وہ نہیں ٹوٹتا بس ایک دفعہ پڑھ دیا گیا تو ہمیشہ کو پکا ہوگیا، یہی حالت پیری مریدی کی ہوگئی کہ کسی بات سے بھی نہیں ٹوٹتی۔

○ فرمایا منگلور کے ایک پرانے آدمی جو دفتر نہر میں نوکر تھے میں جس زمانہ میں کانپور تھا یہ قصہ بیان کرتے تھے کہ ایک پیر صاحب وہاں اپنے مرید کے گھر آئے، یہ مرید کھیتی باڑی کرتے تھے اور اکثر باہر جنگل میں رہتے تھے پیر صاحب آئے اور بے تکلف گھر میں چلے گئے کیونکہ پیر سے کیا پردہ، ان کی بیوی نے لڑکے سے کہا کہ اپنے باپ کے پاس جا کر کہدے کہ پیر صاحب آئے ہیں ان کے گھوڑے کے واسطے گھاس لیتے آنا وہ گیا اور خبر کی، اس نے پوچھا تیری ماں کہاں ہے لڑکے نے کہا پیر صاحب کے پاس بیٹھی ہے، بہت غصہ آیا، گھر آکر دروازہ پر آواز دی کہ میں آجاؤں عورت نے کہا یہاں کون ہے، انہوں نے کہا پیر صاحب ہیں گھر کے مالک، ان سے اجازت تو لے لوں، پیر صاحب اس طعن پر بہت خفا ہوئے کہ مردود ہوگیا ہے مرتد ہوگیا ہے اور خود اٹھ کے چوپال میں چلے گئے، مرید کھانے کے وقت بلانے گیا تو انکار کردیا کہ جا مردود تو مرتد ہوگیا اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا کہ بس چل بھی، لوگ ہنسیں گے کہ پیر مرید میں لڑائی ہو رہی ہے اور چپکے سے کان میں کہا میں ایک روپیہ دیا کرتا تھا اب کے دو دیدوں گا، بس اٹھ کے ساتھ ہولئے۔

○ فرمایا حیدرآباد والے ماموں صاحب بیان فرماتے تھے کہ ان کے کوئی شناسا گاؤں میں پیری مریدی کیا کرتے تھے، ایک دفعہ ایک مریدنی کے یہاں ٹھہرے تو دوسری مریدنی آئی اور اس نے کہا میرے یہاں کھانا کھاویں گے، اس نے کہا میں سب انتظام کرچکی ہوں، اس نے کہا نہیں میں کھلاؤں گی، اس نے کہا کہ اچھا پیر صاحب سے ہی انصاف کرالو، انہوں نے کہا کہ انصاف تو یہ ہے کہ جس کے یہاں ٹھہریں اسی کے یہاں کھائیں، اس نے کہا بہتر مگر میں نے مرغا کاٹا ہے تو پیر صاحب نرم ہوگئے اور کہا کہ اچھا بی پھر تو ہی اجازت دے دے اس کے گھر کھالوں، تو گھر والی گالی دے کر کہتی ہے جا تو ہی لے جا، پیر سے یوں تُوں کرالے، پیر صاحب آخر شریف آدمی تھے بہت غصہ آیا نہ یہاں کھایا اور نہ وہاں واپس چلے آئے اور خود پیری مریدی ہی سے ہمیشہ کیلئے توبہ کرلی۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

غیر مقلدیت اور قادیانیت

الحمدللّٰہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

بعدالحمد والصلوٰۃ : گزارش آنکہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے ممتاز شاگرد اور محدث وقت مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ اور ان کے رفقاء کار نے دوسرے علماء کرام کی جدوجہد کے بعد پہلے پاکستان میں پھر یورپ اور امریکہ میں قادیانیت کے خلاف زبردست تحریک چلائی جس کے نتیجہ میں پاکستان میں آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کا تاریخی فیصلہ ۱۹۷۴ء میں ہوگیا، پھر یہی فیصلہ سعودیہ کے علماء نے بھی باتفاق رائے کیا اس طرح قادنیوں کے متفقہ طور پر غیر مسلم ہونے کا قانونی فیصلہ بھی ہوگیا، ورنہ علماء کرام تو ۱۳۰۱ھ سے ہی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کے کافر ہونے کا فتویٰ ان کے کفریہ عقائد کی بنا پر دے رہے تھے اب قانونی طور پر بھی ان کے کافر ہونے کا فیصلہ ہوگیا اس سے پہلے حکومت برطانیہ کے زمانہ میں اور پاکستان کے قیام کے بعد بھی بعض عدالتوں میں قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کا مسئلہ زیر بحث آتا رہا تھا۔

۱۹۲۶ء میں احمد پور شرقیہ بہاولپور کی ایک سنی خاتون نے بہاولپور کی عدالت میں یہ دعوی دائر کیا کہ اس کا شوہر قادیانی ہو چکا ہے اس لئے اس کا نکاح فسخ کردیا جائے، سات سال یہ مقدمہ بہاولپور کی ماتحت عدالتوں میں چلتا رہا، ۱۹۳۳ء میں اس مقدمہ کی ذمہ داری علماء نے اپنے سر لی اور جامعہ عباسیہ بہاولپور کے شیخ الجامعہ کی سرپرستی میں علماء دیوبند کو شہادت کیلئے دعوت دی گئی اور شیخ الجامعہ کی درخواست پر محدث دوران حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری باوجود بیماری کے مع اپنے رفقاء حضرت مولانا مرتضٰی حسن چاندپوری اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب بہاولپور تشریف لائے۔

ان حضرات کا اس سلسلہ میں تقریباً پچیس دن بہاولپور میں قیام رہا اور عدالت میں مسلسل تین روز بیانات ہوئے مقدمہ کا فیصلہ فروری ۱۹۳۵ء کو سنایا گیا، جج نے اس قادیانی کو مرتد قرار دیتے ہوئے نکاح فسخ کرنے کا فیصلہ دیا، لیکن غیر مقلدین کے بعض سربرآوردہ علماء اور عمائدین قادیانیوں کو کافر کہنے میں تامل کرتے تھے۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری اور قادیانیت

غیر مقلدین علماء میں مولانا ثناءاللہ امرتسری کا مقام بہت بلند ہے، ان کا تعارف روزنامہ ''البقاء'' سرگودھا میں ''ابوالوفاء مولانا ثناءاللہ امرتسری کی سوانح حیات سے ایک ورق'' کے عنوان سے روزانہ شائع ہورہا ہے، لوگ اسے پڑھتے ہیں اور ناواقفیت کی وجہ سے غیر مقلدیت سے متاثر ہوتے ہیں۔

ایک حقیقت کا انکشاف

مگر اس حقیقت سے اکثر پڑھنے والے ناواقف ہیں کہ مولانا امرتسری غیر مقلد تھے اور قادیانیت کے بارہ میں نرم گوشہ رکھتے تھے، اول تو اس فرقہ غیر مقلدین کے بڑے بڑے مقتدر علماء مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں نرمی کا معاملہ کرتے رہے، چنانچہ اس فرقہ کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی نے بھی ۱۳۰۴ھ میں مرزا غلام احمد کا نکاح خود پڑھایا تھا جبکہ لدھیانہ کے علماء کی جانب سے مرزا غلام احمد قادیانی پر فتوی کفر ۱۳۰۱ھ میں لگ چکا تھا، اس کے کفر کا فتوی علماء لدھیانہ میں سے مولانا مفتی محمد صاحب نے دیا تھا ان علماء لدھیانہ کا تعلق علماء دیوبند سے تھا، جب ان علماء کرام نے قادیانی کے خلاف کفر کا فتوی شائع کیا تو مولانا محمد حسین بٹالوی غیر مقلدین کے پیشوا نے قادیانی کا دفاع کیا اور ان علماء کے مقابلہ میں آ گئے (فتاوی قادریہ ص ۱۷) علماء لدھیانہ کے فتوی کفر کی تصدیق ان علماء کرام نے بھی کی جن تک مرزا غلام احمد کے عقائد ونظریات پہنچ چکے تھے، اس حالت کو دیکھ کر مولانا بٹالوی کو بھی جھکنا پڑا اور انہیں بھی فتوی کفر دینا پڑا (فتاوی قادریہ ص ۱۸)

مولانا بٹالوی نے سات سال کے بعد جو سرگرمی دکھائی بھی تو اس میں بھی نرمی ہونے لگی چنانچہ ۱۸۹۹ء میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں اقرار نامہ پر دستخط کردیئے کہ میں آئندہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کاذب اور دجال نہیں کہوں گا (مغرب میں تبلیغ اسلام ص ۳۳)

اور مولوی محمد حسین نے اقرار کیا کہ میں آئندہ مرزا صاحب کو کافر و کاذب اور دجال نہیں کہوں گا (ضرورت مجدد ص ۳۳) یہ دونوں کتابیں محمد علی قادیانی کی ہیں۔ مولوی محمد علی قادیانی لکھتا ہے ''بٹالوی صاحب نے سیالکوٹ کے منصف کی عدالت میں یہ حلفیہ بیان بطور گواہ دیا کہ نہ صرف ان کے نزدیک بلکہ ان کے فرقہ اہل حدیث کے نزدیک احمدی کافر نہیں'' (مغرب میں تبلیغ اسلام ص ۲۱)

مولانا موصوف کا یہ بیان ۱۵ فروری ۱۹۱۴ء کو پیغام صلح لاہور میں شائع ہوا اس میں مولانا

بٹالوی کے سیالکوٹ کی عدالت میں دیئے گئے بیان کی کوئی تردید نہیں ملتی اور نہ کسی غیر مقلد عالم نے مولانا بٹالوی کے اس بیان کو عدالت میں چیلنج کیا تھا کہ یہ ہماری پوری جماعت کا فیصلہ نہیں ہے۔

گزشتہ سال لندن میں علماء دیوبند نے قادیانیوں کے خلاف ایک بڑی کانفرنس کی ایک طرف اس جماعت کے چند علماء نے کانفرنس میں شرکت کی تو ان کی ایک بڑی جماعت نے اس کانفرنس کو سبوتاژ اور اس کے اثرات کو ختم کرنے کے فریضہ سے بھی غفلت نہیں برتی اس کی پوری تفصیل لندن سے شائع ہونیوالے ماہنامہ الہلال مانچسٹر جلد ۱۵ شمارہ ۱۲ میں دیکھئے۔

مولانا امرتسری اگرچہ مرزائیوں کو گمراہ کہتے تھے مگر مرزا قادیانی کو کافر کہنے سے ہمیشہ گریز کیا بلکہ قادیانی کے دعوائے نبوت کے باوجود بھی اس کو مسلمان ہی سمجھتے رہے، یہ بات خود اہلحدیث جماعت کے ممتاز علماء کہتے آئے ہیں اور غیر مقلدین کی جماعت اس الزام کا دفاع کرنے سے عاجز ہے۔

آپ مرزا غلام احمد کو اس کے دعووں میں جھوٹا، دغاباز کہتے تھے مگر آپ نے قادیانیوں کو کافر کہنے میں ہمیشہ تردد و تامل کیا قادیانیوں کے بارے میں مولانا موصوف کا یہ وہ نرم گوشہ ہے جس سے مولانا موصوف کی دوسری نوک جھونک اور گرماگرمی کے واقعات کا راز فاش ہوجاتا ہے۔

مولوی محمد علی لاہوری لکھتا ہے:

''مولوی ثناءاللہ صاحب بھی احمدیوں کو کافر نہیں کہتے'' (مغرب میں تبلیغ اسلام ص ۲۱ حاشیہ)

اس کے علاوہ خود مولانا امرتسری لکھتے ہیں:

''اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا ہی اختلاف ہو لیکن آخر کار لفظ محمدیت پر جو در حقیقت والذین معہ کا ہے سب شریک ہیں، اس لئے گو ان میں باہمی سخت شقاق ہو مگر اس لفظ محمدیت کی وجہ سے ان کو بھی اس میں شامل جانتا ہوں'' (اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۱/اپریل ۱۹۱۵ء)

مولانا امرتسری نے اس بیان میں بڑی جرأت کے ساتھ مرزائیوں کو اسلامی فرقوں میں شامل کیا ہے اور لفظ محمدیت میں انہیں ساتھ رکھا۔

یہاں اس بات پر بھی غور فرمایئے کہ وہ مرزائیوں کے بڑے مخالف تھے مگر پھر بھی ان کو اسلامی فرقوں میں شامل کرتے ہیں، اب سوچئے کہ یہ مخالفت کس بات کی تھی، اگر مخالفت مرزا غلام احمد کے کافر ہونے کی بناء پر تھی تو قادیانیوں کو اسلامی فرقوں میں شامل کرنے کے کیا معنی؟ مولانا موصوف کی

یہ تحریر غلام احمد کی موت سے ۷ سال بعد کی ہے اس کی موت ۱۹۰۸ء میں ہوئی ۔

مولانا امرتسری نے قادیانیوں کے پیچھے نماز جائز ہونے کا فتویٰ بھی جاری کیا تھا ،مولانا ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں ''میرا مذہب اور عمل یہ ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے نماز جائز ہے شیعہ ہو یا مرزائی'' (اخبار اہلحدیث ۱۳/اپریل ۱۹۱۵ء)

یہ فتویٰ بھی مرزا غلام احمد کے انتقال کے ۷ سال بعد دیا گیا اور مولانا موصوف نے اس پر عمل بھی کیا ہے ،غیر مقلد عالم مولانا عبدالعزیز لکھتے ہیں:

''آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی'' (فیصلہ مکہ)

قادیانی جماعت کے ایک اہم رکن ڈاکٹر بشارت کی موت پر مولانا امرتسری لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر بشارت احمد رکن جماعت احمدیہ کافی عمر پاکر انتقال کر گئے ،مرحوم میں ایک خاص وصف تھا کہ میاں محمود خلیفہ قادیان کو کھری کھری سنانے میں باک محسوس نہیں کرتے تھے اس لئے ہمیں بھی ان کے انتقال پر افسوس ہے اور ان کے متعلقین سے ہمدردی ہے'' (اخبار اہلحدیث ۳۰/اپریل ۱۹۴۴ء)

مولانا موصوف کا اس قادیانی کے بارہ میں ''مرحوم'' استعمال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانیوں کے بارہ میں ان کا موقف بہت نرم تھا، کون نہیں جانتا کہ ''مرحوم'' کی اصطلاح خاص مسلمان کیلئے استعمال ہوتی ہے ۔

مولانا امرتسری کا آج تک کوئی ایسا بیان ہماری نظر سے نہیں گزرا جس سے یہ معلوم ہو کہ مولانا موصوف کے نزدیک ''غلام احمد قادیانی'' کافر تھا، اگر ایسا کوئی بیان ہو تو ہمیں خوشی ہوگی ۔

شاید اسی لئے مولانا امرتسری کے نزدیک قادیانی عورت سے مسلمان کا نکاح جائز ہے چنانچہ مولانا لکھتے ہیں ''اگر عورت مرزائن ہے تو اور علماء کی رائے ممکن ہے کہ مخالف ہو مگر میرے ناقص علم میں نکاح جائز ہے'' (اخبار اہلحدیث ۳۰/نومبر ۱۹۳۴ء)

اس سے بھی مولانا امرتسری کی قادیانیوں کے بارہ میں نرم گوشہ کی نقاب کشائی ہوتی ہے ۔

اس مختصر تحریر سے غیر مقلدین کے بعض عمائد کا حال معلوم ہو گیا ہو گا کہ ان کا نظریہ قادیانیوں کے بارہ میں جمہور امت کے خلاف ہے ۔

(ماخوذ از ''غیر مقلدیت اور قادیانیت'' مولفہ مولانا ابوبکر غازی پوری)

مولوی عابد محمود حقانی

خصوصیات اسم محمد ﷺ

اسم محمد کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام کے تفکر کا زائل ہونا

حلیہ میں ابونعیم نے روایت کی ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے ارض ہند میں نزول فرمایا تو متوحش ومتفکر ہوئے، حضرت جبرئیل علیہ السلام اذان کی تلقین وتعلیم لے کر نازل ہوئے اور کہا اللہ اکبر دوبار کہو اور اشہد ان لا الہ الا اللہ دوبار کہو اور اشہد ان محمدا رسول اللہ دوبار کہو (الحدیث) پس اس نام کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام کا توحش وتفکر زائل اور ختم ہوگیا (عجائب القصص ص۹۲ ج ۲ بتغیر) تاریخ ابن العزیم میں علی بن عبداللہ ہاشمی نے لکھا ہے کہ ہندوستان کی ایک بستی میں سیاہ رنگ کا پھول پایا گیا جس کی خوشبو بہت اعلیٰ تھی اور اس پر سفید رنگ سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق لکھا ہوا تھا، مجھے شک ہوا اور میں نے سوچا کہ یہ مصنوعی ہے تو میں نے دوسرے پھول کو دیکھا جو اس کی طرح پر رونق نہیں تھا اور اس میں بھی یہی لکھا ہوا تھا (عجائب القصص ص۲۵۰ ج۲ بتغیر)

حضرت عبداللہ بن مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ہندوستان آیا اور نمیلہ یا تمیلہ نامی شہر کی سیر کی، میں نے اس میں ایک بڑا درخت دیکھا جس کا پھل بادام کی طرح ہے، جب اس پھل کو توڑا جاتا ہے تو اس میں سے ایک سبز لپٹا ہوا ورق نکلتا ہے جس پر سرخ رنگ سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے، اہل ہند اس سے برکت حاصل کرتے ہیں اور شفاء مانگتے ہیں اور جب بارشیں بند ہوجاتی ہیں تو اس کے ذریعے رب ذوالجلال سے بارش مانگتے تھے، ابوالبقا صافی نے یہ بات منسک میں نقل کی ہے (رر ص۲۵۱ ج۲ بتغیر)

اسی طرح کا ایک واقعہ معارج النبوۃ میں منقول ہے کہ سراندیپ میں حضرت آدم علیہ السلام کے روضہ کے سرہانے ایک درخت ہے جس پر سال میں دوبار پھل لگتا ہے، اور ہر پھول کے سات پتے ہوتے تھے اور ہر پتے پر لکھا ہوا ہوتا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وہاں کے بادشاہ نے اس جگہ پر چند آدمی متعین کر رکھے تھے جو پھولوں کو وہاں سے توڑ کر خزانہ میں رکھتے تھے اور وہ پھول

بیماریوں میں استعمال کرتے تھے، کہا جاتا ہے کہ اگر وہ ایک پھول نابینے کی آنکھوں پر باندھ دیتے تھے تو بفرمان الہٰی اور برکت بنام رسالت مآب ﷺ سے وہ نابینا بینا ہو جاتا تھا، نیز اگر کوئی پھول یا پتا اس درخت کا زمین پر گر جاتا تھا تو زمین اس کو نگل جاتی تھی یا فرشتہ اترتا اور اس کو اٹھا کر لے جاتا تھا اور کسی جانور کی کیا طاقت کہ اس کو کھائے اور آگ کی کیا مجال کہ اس کو جلائے (عجائب القصص ص ۲۷ ج ۱)

حضرت مرزوق سے یہ منقول ہے کہ ان کے پاس ایک ایسی مچھلی لائی گئی جس کے دائیں پہلو پر لا الہ الا اللہ بائیں پہلو پر محمد رسول اللہ منقش تھا (عجائب القصص ص ۲۵۱ ج ۲ ملخصاً)

۹۰۸ھ میں ایک بزرگ کے پاس انگور کے چند دانے لائے گئے اور ان پر بڑے عجیب انداز میں سیاہ روشنائی سے "اسم محمد" لکھا ہوا تھا (رر، المواہب اللدنیہ ص ۱۴۸ ج ۲)

ابن عساکر نے کعب الاحبار سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو فرمایا "اے میرے چھوٹے بیٹے تو میرے بعد میرا خلیفہ ہے اور میرے ساتھ وعدہ کر جو عروۃ الوثقیٰ کی طرح مضبوط ہو کہ جب تو اللہ رب العزت کا ذکر کرے تو اس کے ساتھ ہی حضرت محمد ﷺ کا بھی ذکر کرے گا، کیونکہ میں نے آپ علیہ السلام کا نام ساق عرش پر لکھا ہوا دیکھا اور جب میں نے سموات کا طواف کیا تو میں نے کوئی چیز ایسی نہ دیکھی جس پر حضور اکرم (ﷺ) کا نام لکھا ہوا نہ ہو، اور جب میں بہشت میں گیا تو میں نے بہشت کا کوئی غرفہ، کوئی قصر اور کوئی مکان ایسا نہیں دیکھا جس پر "اسم محمد" منقش نہ ہو اور اسی طرح سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر لکھا ہوا دیکھا اور اطراف حجب میں اور فرشتوں کی آنکھوں میں لکھا ہوا دیکھا ہے، پس اے بیٹے تو اس نام کے ذکر میں کثرت کرنا (عجائب القصص ص ۲۴۹ ج ۲)

نیز ایک بزرگ نے ایک جزیرہ میں ایک درخت دیکھا جس کے بڑے بڑے نمایاں سبز رنگ کے پتے تھے اور ان پتوں پر سفید رنگ سے واضح طور پر کتابت ہوئی تھی پہلی سطر میں لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ دوسری سطر میں لکھا ہوا تھا محمد رسول اللہ اور تیسری سطر میں لکھا ہوا تھا ان الدین عند اللہ الاسلام (المواہب اللدنیہ ص ۱۴۹ ج ۲، عجائب القصص ص ۲۵۱ ج ۲)

اور ایک حدیث شریف میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ مروی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا "جب میں آسمانوں پر گیا تو میں نے کوئی آسمان نہیں دیکھا مگر اس میں لکھا ہوا تھا محمد رسول

اللہ‘‘ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے وصیت کے وقت فرمایا اللّٰھم بحق محمدا اغفرلی خطیئتی حق تعالیٰ نے فرمایا کیف عرفت محمدا تو حضرت آدم نے جواباً عرض کیا کہ بہشت کی ہر جگہ میں، میں نے اس نام کو لکھا ہوا پایا (عجائب القصص ص ۲۵۰ ج ۲)

ابو نعیم نے لکھا ہے کہ ’’اسم محمد‘‘ ساق عرش پر لکھا ہوا ہے اسی طرح جنت کے محلات، بالاخانوں اور مکانوں پر منقش ہے اور فرشتوں کی پیشانیوں پر بھی لکھا ہوا ہے (المواہب اللدنیہ ص ۱۴۹ ج ۲)

قزوینی نے اپنی کتاب عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ہارون مغربی کہتے ہیں کہ میں ایک بار بحر مغرب میں کشتی پر سوار ہوا، پس میں ایک ایسی جگہ پر پہنچا جس کو ’’برطون‘‘ کہا جاتا ہے اور ہمارے ساتھ کشتی میں ایک لڑکا (جو صقلیہ کا رہنے والا تھا) بھی سوار تھا اور اس کے پاس مچھلی پکڑنے والا کانٹا تھا، پس اس لڑکے نے دریا میں مچھلی پکڑنے والا کانٹا ڈالا، پس اس کانٹے میں ایک مچھلی پھنسی جو ایک بالشت کے برابر تھی پس ہم نے اس مچھلی کو دیکھا تو اس کے دائیں کان کے اوپر والے حصہ پر لاالٰہ الا اللّٰہ کے الفاظ اور نیچے کی جانب ’’محمد‘‘ اور اس کے بائیں کان کے نیچے محمد رسول اللّٰہ کے الفاظ لکھے ہوئے تھے (حیوٰۃ الحیوان ص ۱۹۲ ج ۲)

ابن قطیہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کا نام نامی اسم گرامی ایسا مبارک نام ہے کہ آپ علیہ السلام سے قبل کسی نے بھی اپنے بچوں کا نام ’’محمد‘‘ نہیں رکھا تا کہ آپ علیہ السلام کی جہاں ذات محفوظ ہے نام بھی محفوظ ہو جائے مگر جب آپ کی بعثت کا زمانہ قریب آیا اور اہل کتاب نے خوشخبریاں دینا شروع کیں تو لوگوں نے اپنی اولاد کا نام ’’محمد‘‘ رکھنا شروع کر دیا کہ شاید یہ اللہ تعالیٰ کا رسول بن جائے مگر اس سے قبل کسی نے بھی اپنے بچے کا نام محمد نہیں رکھا تھا (المواہب اللدنیہ ۱۴۹ ج ۲)

محمد نام تجویز کیا تو لڑکا ہی پیدا ہوگا

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے ’’اگر حاملہ بیوی کے شکم پر انگلی سے یہ لکھا جائے من کان فی ھذا البطن فاسمہ محمدا اور یہ عمل چالیس روز کیا جائے مگر اس عمل کیلئے ضروری ہے کہ ابتدائے حمل سے ہو، تو لڑکا ہی پیدا ہوگا۔ نیز فتاویٰ سخاوی میں ابو شعیب حرانی نے امام اعظم سے روایت کی ہے ’’جو شخص عورت کے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر یہ الفاظ کہے ان کان ذکرا فقد سمیتہ محمدا تو ان شاء اللہ لڑکا ہی پیدا ہوگا (صدائے محراب ص ۱۷۸ ج ۱) (جاری ہے)

جناب عرفان محمود برق (نومسلم سابقہ قادیانی)

میرا قبول اسلام

میری حیات مستعار میں ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ جب میں نے مرزا قادیانی کی تعریف میں ایک مضمون قلم بند کیا تھا، مرزا قادیانی سے میری عقیدت کیشی کسی علمی سطح یا حقیقت شناسی کی بنا پر نہ تھی بلکہ محض وراثت کی ایک اندھی تقلید تھی جس نے میری نگاہوں سے تصویر کے دوسرے رخ کو مکمل طور پر چھپا رکھا تھا۔

اس دور میں مسلمانوں کے عوامی حلقوں سے اکثر یہ باتیں میرے کانوں سے ہوتی ہوئیں آئینہ ذہن سے جا ٹکراتیں کہ مرزا قادیانی ایک بدسیرت، جھوٹا مدعی نبوت تھا جس کی ساری زندگی بدکاریوں اور سیاہ کاریوں کی دلدلوں میں پھنسی ہوئی تھی، لیکن ان کی گوش گزاریوں کو میں فراموشیوں کے سپرد کرنا ہی لازم سمجھتا تھا، کیونکہ اس طرح کے معترضین کے اعتراضات زیادہ تر بے بنیاد اور بلادلیل ہوتے تھے اور اگر کوئی دلیل دی بھی جاتی تو ان قادیانی کتب سے جن کے نام ہی میں پہلی دفعہ سنتا تھا، اس لئے یہ باتیں میری عدم توجہ کا باعث بنتیں، تاہم اس سے ایک بڑا فائدہ ہوا کہ میں نے ایک روز انتہائی سوچ بچار کے بعد نگاہ منصفانہ سے تحقیق کا دامن پکڑنے کا فیصلہ کیا اور ان کتابوں کی تلاش شروع کر دی جن سے معترضین مرزا قادیانی کی سیرت بد اور اس کی تحریرات پر اعتراضات وارد کرتے تھے، ان کتابوں میں مرزا قادیانی کی اپنی اور اس کے مریدوں کی کتابیں شامل تھیں۔

آخر ایک مدت کی جاں فشانیوں اور عرق ریزیوں کے بعد چند کتابیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا، پھر خالی الذہن ہو کر مع سیاق وسباق ان کتب کا مطالعہ کیا گیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ فی الحقیقت ان کتب کی تحریرات سے یہی عیاں ہوتا تھا کہ مرزا قادیانی انگریز کا لے پالک اور جھوٹا مدعی نبوت تھا، جس کی شخصیت چالبازیوں، دھوکہ دہیوں، سیاہ کاریوں اور بہت سی منفی عادات کی گرد سے اٹی ہوئی تھی، میں جیسے جیسے مبدا فیاض کی ذرہ نوازیوں کی بدولت ان حقائق سے آگاہ ہوتا گیا ویسے ویسے مرزا قادیانی سے میری چاہت ورغبت کے تمام بخیے ادھڑتے چلے گئے اور آخر ایک دن کچے دھاگے کی طرح ہمیشہ کیلئے ٹوٹ گئے۔ میرے گلشن اسلام میں داخل ہونے کی ایک بڑی وجہ میرے

وہ خواب بھی تھے جو میری دینی دلچسپی کیلئے چراغ راہ ہوئے، خاص طور پر ایک خواب تو مجھے اس دور میں آیا جب میں تقریباً تیرہ چودہ برس کا تھا۔

میں کیا دیکھتا ہوں کہ حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہمارے محلے میں تشریف لائے ہیں، آپ ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ کے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے حضور ﷺ اپنے دست مبارک میں پھلوں کا ایک طشت اٹھائے ہوئے بعض گھروں میں پھل بانٹ رہے ہیں، لیکن جب آپ ﷺ ہماری گلی میں جلوہ افروز ہوتے ہیں تو پھل بانٹتے بانٹتے ایک قادیانیوں کے گھر سے پچھلے گھر کے پاس ہی رک جاتے ہیں اور آگے نہیں بڑھتے، میں اپنے گھر کے دروازے میں کھڑا یہ منظر دیکھ کر یک لخت پریشان ہو جاتا ہوں کہ حضور رحمت عالم ﷺ آگے کیوں نہیں تشریف لا رہے؟ پھر جیسے ہی آپ ﷺ اپنی نظر رحمت سے میری طرف دیکھ کر تبسم فرماتے ہیں اور واپس مڑ جاتے ہیں تب ساری بات میری سمجھ میں آ جاتی ہے اور میری ساری پریشانی فوراً چھٹ جاتی ہے اور میں خوش ہو جاتا ہوں، اتنے میں میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

دوسرا خواب میں نے اس وقت دیکھا جب میں قادیانیت کے متعلق کافی تحقیق کر چکا تھا اور اس کو بہت حد تک جھوٹا گردان چکا تھا، اس خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا چٹیل میدان ہے سورج کی گرم کرنوں سے زمین کا سینہ بہت تپ چکا ہے، مجھ سے کچھ فاصلے پر آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ روشن ہے جو مزید گرمی کا باعث بن رہا ہے، اتنے میں ایک خوفناک قسم کا فرشتہ قادیانیوں کے جھوٹے نبی مرزا قادیانی کو اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑے میری طرف آتا ہے اور اپنے دائیں ہاتھ سے میری بھی کلائی پکڑ کر اس آگ کی جانب دوڑنا شروع کر دیتا ہے، میں اس سے اپنی کلائی چھوڑانے کی بہت کوشش کرتا ہوں لیکن وہ نہیں چھوڑتا اور آگ کی طرف بھاگتا چلا جاتا ہے، جیسے جیسے ہمارے اور اس آگ کے درمیان فاصلہ سمٹتا جاتا ہے ویسے ویسے گرمی کی شدت بھی بڑھتی جاتی ہے، آخر وہ فرشتہ یک لخت مجھے چھوڑ دیتا ہے اور میں قلابازیاں کھاتا ہوا زمین پر گر جاتا ہوں، گرنے کے فوراً بعد میں جیسے ہی سر اٹھا کر اس فرشتے کی جانب دیکھتا ہوں تو وہ الاؤ کے بہت قریب پہنچ کر مرزا قادیانی کو اس میں پھینک دیتا ہے، آگ بھوکے شیر کی طرح مرزا قادیانی پر جھپٹتی ہے اور اسے اپنے اندر گہرائی میں لے جاتی ہے اس کے ساتھ ہی میرے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلتی ہے اور میں گھبرا کر اٹھ جاتا ہوں، میرا سارا جسم پسینے سے شرابور ہو جاتا ہے، بیدار ہونے کے فوراً بعد میں نے بغیر کوئی لمحہ ضائع کئے

قادیانیت پر مکمل لعنت بھیجی اور اسلام قبول کرلیا، الحمدللہ۔

میرے قبول اسلام کے بعد مخالفت کی جو تیز وتند آندھیاں چلیں اور ایمان کو خش وخاشاک کی طرح بہالے جانے والے سیلاب آئے ان میں حائل اگر خدائے لم یزل کی عطا کردہ ثابت قدمی اور حضور رحمت عالمیان ﷺ کی نگاہ فیضان نہ ہوتی تو یقیناً ایسی پیش آمدہ چیرہ دستیوں سے میرا ایمان چراغ سحری کی طرح ٹمٹمانے کے بعد کبھی کا گل ہو چکا ہوتا۔

میرے اسلام قبول کرنے کی خبر قادیانیوں میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی، انہیں میرا قبول اسلام نہایت گراں گزرا۔ اس مسئلے کے فوری حل کیلئے انہوں نے اپنے لاہور کے سب سے بڑے سینٹر اور عبادت خانے دارالذکر میں اپنے جماعتی عہدے داران مربیوں (قادیانی پنڈتوں) اور ہمارے گھر کے بعض ذمہ دار افراد کا اجلاس طلب کیا، اس اجلاس میں مختلف قادیانی پنڈتوں کی ڈیوٹی لگا دی گئی کہ انہوں نے ہر روز میرے گھر جا کر مجھے اس بات کا درس دینا ہے کہ اس دنیا میں قادیانیت ہی ایک سچا مذہب ہے اور مسلمانوں والا اسلام لعنتی ہے (نعوذ باللہ) اس اجلاس میں جماعتی عہدے داران نے میرے باپ اور بھائیوں کی بھی خوب ملامت کی کہ ان سے ایک بچہ نہیں سنبھالا گیا، اگر اس کے بگڑتے ہوئے عقائد کو اپنے رعب کے پہیے تلے کچل دیا ہوتا تو اس کی کیا جرأت تھی کہ وہ غیر احمدیت (اسلام) قبول کرتا، لہٰذا میرے باپ اور بھائیوں کی سزا یہ تجویز کی گئی کہ انہیں اب ہر صورت میں مجھے قادیانیت کے اندھے کنوے میں دوبارہ دھکیلنا ہے، چاہے اس سلسلے میں انہیں سخت سے سخت اقدامات کرنے پڑیں یا بڑی سے بڑی لالچ بھی دینی پڑے تو کوئی پرواہ نہیں، اجلاس کے فوراً بعد قادیانی پنڈتوں اور ہمارے گھر والوں نے اپنے مشن کا آغاز کردیا۔

اب ہر روز ہمارے گھر میں کوئی نہ کوئی قادیانی پنڈت آتا اور مجھے سمجھانے کی سرتوڑ کوشش کرتا کہ قادیانیت ایک زندہ مذہب ہے جس کا نام اسلام ہے اور مسلمانوں والا مذہب ایک مردہ اسلام ہے، اب جس نے نجات کا لباس پہننا ہے وہ پہلے مرزا قادیانی کو اللہ کا نبی اور رسول مانے، تب اسے جنت ملے گی ورنہ وہ کافر اور جہنمی ہی رہے گا، مجھ سے جہاں تک ممکن ہوتا میں قادیانی پنڈت کو اس کی ان خرافات کا جواب دیتا اور وہ کوئی بات نہ بنتی دیکھ کر واپس چلا جاتا۔ ایک طرف قادیانی پنڈت میرے ایمان کے ننھے پھولوں کو مسلنے کی کوششوں میں مصروف تھے تو دوسری طرف ہمارے گھر والوں کے

بدلتے روپے بپھری ہوئی آندھیاں بن کر میرے دل میں روشن ختم نبوت کے چراغ کوگل کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے، اس سلسلے میں کبھی تشدد کیا جاتا، کبھی بائیکاٹ کا خوف دلایا جاتا تو کبھی جائیداد سے عاق کرنے کی دھمکیاں دی جاتیں لیکن اللہ رب العزت کی عطا کردہ ثابت قدمی کے پہاڑ کے آگے ان ارتدادی آندھیوں کا کوئی زور نہ چلتا اور میرا ایمان مزید قوی ہوتا جاتا۔

وہ فکر جس کے باعث میرے ماتھے پر تشویش کی سلوٹیں پڑتیں اور میں راتوں کو بے چینی سے کروٹیں بدلتا وہ یہ تھی کہ کسی طرح ہمارے گھر والے خصوصاً میری زندگی کی سب سے عظیم ہستی میری پیاری ماں اسلام کے مہکتے گلستاں میں داخل ہوجائے اور جہنم کے بھڑکتے شعلوں سے بچ جائے، لہٰذا میں نے ہمت کر کے سب سے پہلے اپنی پیاری ماں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کی، ایک تو وہ پہلے ہی مجھ سے ناراض تھیں اور دوسرا اس دعوت کی وجہ سے مزید ناراض ہوگئیں، لیکن میں نے ہمت جاری رکھی اور انہیں قادیانیوں کی کتابوں میں چھپے ان کفریہ عقائد سے آگاہ کرتا گیا جن میں مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ، اس کی بیہودہ گوئیوں کو وحی اللہ، اس کی فضول باتوں کو حدیث نبوی، اس کی غلیظ حرکتوں کو سنت رسول اس کی فاحشہ بیویوں کو امہات المؤمنین، اس کے گمراہ خاندان کو اہل بیت، اس کے بدکار ساتھیوں کو صحابہ کرام، اس کے درندہ صفت خلفاء کو خلفائے راشدین، اس کے گندے شہر (قادیان) کو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے بھی افضل لکھا گیا تھا (نعوذ باللہ) اس تبلیغ کا اثر میری پیاری ماں پر یہ ہوا کہ خدا کی رحمت سے وہ رفتہ رفتہ سمجھتی گئیں کہ قادیانیت اسلام کے خلاف کتنا بڑا فتنہ اور فراڈ ہے، آخر انہوں نے میرے ہاتھ پر پوشیدہ طور پر اسلام قبول کرلیا اور مرزا قادیانی پر لعنت بھیج دی، الحمدللہ۔

قبول اسلام کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں میں دو آم پکڑے ہوئے ہیں اور ایک خوفناک قسم کی کتیا ان سے وہ آم چھیننے کی کوشش کر رہی ہے، آپ دوڑ رہی ہیں اور وہ کتیا متواتر آپ کا پیچھا کر رہی ہے، دوڑتے دوڑتے آپ ایک چمنستان میں داخل ہوجاتی ہیں اور کتیا یہ دیکھ کر واپس مڑ جاتی ہے، یہ خواب میری پیاری ماں نے مجھے سنایا تو میں نے اس کی تعبیر انہیں بتائی کہ آموں یعنی پھلوں سے مراد بیٹے اور کتیا سے مراد وہ قادیانی مبلغہ ہے جو ہمارے گھر میں ہمیں مرزائیت کی تبلیغ کرنے آتی ہے وہ آپ کے اور آپ کے دو بیٹوں کے پیچھے پڑی ہوئی ہے، کیونکہ اسے اسی طرف سے زیادہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے، لیکن خدا تعالیٰ آپ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ میرے ایک بھائی کو بھی اسلام کی

دولت عطا فرمائے گا، اس خواب کے چند ماہ بعد اللہ پاک نے اپنی رحمت کے موتی میرے ایک بھائی کی جھولی میں بھی گرادیئے اور میری ماں کا ایمان شاہین بن کر بلندیوں پر پہنچ گیا۔

وہ وقت میں کبھی نہیں بھول سکتا جب میری اشکوں کی رم جھم ساری رات میری پیاری ماں کے سرہانے کو بھگوتی رہی اور خدا تعالیٰ سے یہ فریاد کرتی رہی کہ وہ انہیں لمبی زندگی عطا فرمائے، انہیں دل کا شدید اٹیک ہوا تھا اور ڈاکٹروں نے ناامیدی کا اظہار کیا تھا، ساری رات میری پیاری ماں ہسپتال میں شدت درد سے تڑپتی رہیں اور میں اکیلا ان کے سرہانے درود وسلام اور دعا کا ورد کرتا رہا لیکن افسوس ان کی زندگی نے ان سے وفا نہ کی اور وہ مجھے اپنی ممتا سے محروم کر کے یونہی روتا ہوا چھوڑ گئیں اور 18 جولائی بروز جمعہ 2003ء کی صبح اپنے خالق حقیقی سے جاملیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وفات سے ایک گھنٹہ قبل انہوں نے میرے پوچھنے پر دوبارہ اس بات کا اقرار کیا تھا کہ وہ قادیانی نہیں ہیں اور ساتھ یہ تاکید بھی کی تھی کہ اگر مجھے کچھ ہوجائے تو مسلمان میرا جنازہ پڑھیں اور مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے، جب میں نے اپنے گھر والوں کے سامنے اس وصیت کا ذکر کیا تو انہوں نے یقین نہ کیا اور اپنے قبرستان میں قبر کی کھدائی کا آرڈر دے دیا، قادیانی پنڈت اور قادیانی رشتہ دار ہمارے گھر میں اکٹھے ہونے شروع ہوگئے، لیکن میں نے موقع کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے اپنے دوستوں اور اہل محلّہ میں یہ اعلان کردیا کہ میری ماں مسلمان تھیں اور ان کی یہ وصیت تھی کہ مسلمان میرا جنازہ پڑھائے اور مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے، اس اعلان کے سننے کی دیر تھی کہ ہماری ساری گلی مسلمان مجاہدین سے بھر گئی، میرے دوستوں نے مزید رابطے کر کے پورے شہر کے نامور علماء کرام کو بھی اکٹھا کرلیا، عظیم اسکالر، پروانہ ختم نبوت جناب محمد طاہر عبدالرزاق صاحب بھی پہنچ گئے، خطیب ختم نبوت جناب مولانا غلام حسین کلیالوی مدظلہ نے جنازہ پڑھایا اور میری ماں کو لاہور کے مشہور قبرستان بدھوآوا میں دفن کردیا گیا، درجنوں کی تعداد میں قادیانی پاس کھڑے یہ سارا تماشا دیکھتے رہے لیکن کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ وہ جنازے کی چارپائی کو ہاتھ بھی لگا سکے یا کسی بھی قسم کی کوئی مداخلت کر سکے۔

وفات کے بعد اکثر میری پیاری ماں مجھے میرے خوابوں میں نہایت خوشنما جگہوں پر ملتی رہتی ہیں اور یہ حوصلہ دیتی رہتی ہیں کہ میرے لال! مرتے دم تک ہمت نہ ہارنا، مشکلات اور پریشانیوں سے کبھی مت گھبرانا، تحفظ ختم نبوت کا ڈنکا بجاتے رہنا، اپنے گھر والوں اور دوسرے قادیانیوں کو دعوت وتبلیغ

کرتے رہنا، اس سے خدا تعالیٰ اور حبیب خدا ﷺ بہت خوش ہوتے ہیں۔

مسلمانوں! آج قادیانی محمد ﷺ کے پیارے دین کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں، ہر قادیانی کو ان کے موجودہ خلیفہ مرزا مسرور احمد قادیانی کی طرف سے یہ آرڈر ہے کہ اس نے ایک سال میں کم سے کم پانچ یا دس مسلمانوں کو مرزائی بنانا ہے، اس بھیانک مشن کو "دعوت الی اللہ کی تحریک" کا نام دیا گیا ہے اور یہ شرط بھی رکھی گئی ہے کہ جو اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ نہیں لے گا اسے مخلص احمدی (قادیانی) نہیں کہا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قادیانی بچے سے لے کر بوڑھے تک اور بچی سے لے کر بوڑھیا تک تمام کے تمام مرزا مسرور احمد قادیانی کے اس حکم کی عمل پیرگی پر جتے ہوئے ہیں، قادیانی افسر اپنے ماتحت مسلم حکام کو، قادیانی استاد اپنے شاگردوں کو، قادیانی دوست اپنے ساتھیوں کو، قادیانی ڈاکٹر اپنے مریضوں کو، قادیانی دکاندار اپنے گاہکوں کو، قادیانی مالک مکان اپنے کرایہ داروں کو اور قادیانی گھرانہ اپنے محلے داروں کو قادیانیت کی دعوت اور تبلیغ کرتا ہے، اور ہر سال لاکھوں مسلمانوں کو مرتد بنا دیا جاتا ہے، مسلمانوں کے سینوں سے غیرت رسول ﷺ کو اچکنے کیلئے ہر قادیانی کو مکمل ٹریننگ کے عمل سے گزارا جاتا ہے اور اسے ایمانیت کے گوہروں پر ڈاکہ زنی کرنے کے فن و ہنر سے ہر طرح کی آگاہی بخشی جاتی ہے، مسلمانوں کو ارتداد کی موت مارنے کیلئے قادیانی جن ہتھیاروں کا استعمال کرتے ہیں ان میں زن، زمین اور زر بڑی اہمیت کے حامل ہیں، زیادہ تر اسی لالچ کے جال میں سادہ لوح مسلمانوں کو پھنسا کر ارتداد کی دو دھاری تلوار سے ذبح کر دیا جاتا ہے۔

لٹیروں نے جنگل میں شمع جلا دی
مسافر یہ سمجھا کہ منزل یہی ہے

اسلام کی اس متاع کو لوٹنے کیلئے صرف پاکستان میں ہر سال اربوں روپے کی رقم خرچ کی جاتی ہے جبکہ دوسرے ممالک اور شہروں لندن، امریکہ، فرانس، ہندوستان، جرمنی، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، ملائیشیا، لائبریا، ایتھوپیا، کینیا، روس اور اریٹیریا وغیرہ میں تو کوئی شمار ہی نہیں، قادیانی مختلف زبانوں میں اپنا کفریہ لٹریچر پوری دنیا میں مفت تقسیم کرتے ہیں جس پر روزانہ لاکھوں روپوں کی لاگت آتی ہے، اب تک تقریباً 213 زبانوں میں مرزا قادیانی اور اس کے خلفاء کی کتابوں کے تراجم کروائے جا چکے ہیں، ان کتابوں میں مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ، اس کی فاحشہ بیویوں کو امہات المؤمنین، اس کے

بد کار خلفاء کو خلفائے راشدین، اس کے غلیظ ساتھیوں کو صحابہ کرام اور اس کی گستاخ آمیز باتوں کو وحی اللہ اور حدیث رسول اللہ لکھا جاتا ہے (نعوذ باللہ)

قادیانی اللہ تعالی کے مقدس کلام قرآن مجید پر بھی اپنے ہاتھ صاف کر رہے ہیں، اب تک انہوں نے اس قرآن پاک کا 124 زبانوں میں ترجمہ کروایا ہے، یہ تمام تراجم ان کے غلیظ شہر چناب نگر (سابقہ ربوہ) کی خلافت لائبریری میں رکھے ہوئے ہیں، جو راقم الحروف نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں، قرآن پاک میں تحریف وتبدل کے طوفان اس طریقے سے اٹھائے جارہے ہیں کہ ان کے تراجم میں مرزا قادیانی کو ختم نبوت کے تاج کا حقدار ثابت کیا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ لکھا گیا ہے، جہاد کے ختم ہونے کا اعلان کیا گیا ہے اور حضرت محمد ﷺ کی شان مبارکہ میں اترنے والی آیات کا مصداق مرزا قادیانی کو کہا گیا ہے، لہٰذا اس ترجمے سے نہ تو خدا تعالی کی صداقت بچتی ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت۔

حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے صحیح کہا تھا کہ ''اللہ تعالی کی ربوبیت اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک وجہ تخلیق کائنات حضور ﷺ کی نبوت قائم ہے''۔

لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ ہم بے غیرتی کا مجسمہ بنے ہوئے ہیں، ہم نے کبھی نہیں سوچا کہ ختم نبوت کی ڈوبتی ہوئی ناؤ اور اسلام کی لٹتی ہوئی متاع کو بچانے کیلئے ہم نے کیا کیا؟

وہ دین جسے تاجدار ختم نبوت ﷺ نے اپنا خون جگر دے کر پروان چڑھایا تھا، جس کی خاطر پتھر کھائے، بھوک برداشت کی، مصائب وتکالیف کاٹیں، جس کے دفاع کیلئے ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہادت کا جام پینا پڑا اور جس کے تحفظ کی خاطر لاکھوں افراد امت کو موت کے گھاٹ اترنا پڑا، آج اس دین کو قادیانی درندے بری طرح زخمی کر رہے ہیں، اسے مسلم سینوں سے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اور اس کے سنہری لباس کو تار تار کر رہے ہیں۔

لیکن ہم محض بت بنے بیٹھے ہیں، ہم نے اپنی مساجد کے ممبروں سے لے کر نجی محفلوں تک تمام جگہوں پر اسلام کے سب سے اہم مسئلے اور مرکز ''ختم نبوت'' کا ڈنکا بجانا چھوڑ دیا ہے، ہم فتنہ قادیانیت سے عوام کو آگاہ کرنا بھول چکے ہیں، ہم نے وہ قلم توڑ دیا ہے جس کی طاقت سے مرزائیت کچل کر قیمہ بن جاتی ہے اور اس پر طرہ یہ کہ ہمارے اخبارات وجرائد تک اس معاملہ میں شہر خاموش

کا روپ دھار چکے ہیں۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

حضرت علامہ اقبال اپنی دوراندیشی سے یہی دیکھ کر رویا کرتے تھے، آپ فرماتے تھے کہ:

''آج تو ہم لوگ زندہ ہیں جو لوگوں کے ایمانوں کی دولت قادیانی چوروں، ڈاکوؤں سے بچاتے ہیں اور انہیں ان کے کفریات سے آگاہ کرتے ہیں لیکن کل جب ہم لوگ زندہ نہ ہوں گے اور مسلمانوں کو اس فتنے سے آگاہ کرنے والے باغیرت لوگ بھی نہ ہونے کے برابر ہوں گے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ پر کیا بیتے گی، آپ ﷺ اپنی قبر انور میں کس قدر پریشان اور رنجیدہ ہوں گے''۔

اے مسلمانو! یاد رکھنا اگر ہم آج بھی بیدار نہ ہوئے اگر ایسی سنگین صورت حال کے باوجود ہم نے دین محمدی ﷺ کے ارد گرد فصیلیں قائم نہ کیں، اگر اب بھی ہم لوگ قادیانی مرتدوں کے خلاف محاذ آرا نہ ہوئے اور یونہی خواب خرگوش کے مزے لوٹتے رہے تو قریب ہے کہ قہر خداوندی ہم پر ٹوٹ پڑے اور ہماری نسلیں برباد کر دی جائیں، آسمانی بجلیاں ہمیں جلا کر خاکستر کر دیں اور ایسی ہوائیں چلیں جو ہم سب کو اس زور سے پٹخ پٹخ کر ماریں کہ ہمارے چیتھڑے اڑ جائیں۔

دیکھنا یہ حبس کا عالم رہا تو ایک دن
اک بگولا آئیگا سب کچھ اڑا لے جائے گا

میری دعا ہے کہ خدا ہم سب کو ایسے برے وقت سے بچائے حضور پرنور جان عالم ﷺ کی عزت وناموس اور تاج ختم نبوت کی حفاظت کرنے کی توفیق بخشے، شمع اسلام کا پروانہ بنائے اور غیرت صدیقی سے نوازتے ہوئے ہمیں ایسا آتش فشاں بنادے جو تمام قادیانیت پر پھٹ کر اسے ریزہ ریزہ کر دے۔

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا! مجھے صاحب جنوں کر دے

تاکہ کل مرتے وقت ہم بھی اہل دنیا کے سامنے سر بلندی سے کہہ سکیں۔

لحد میں عشق رخ شاہ (ﷺ) کا داغ لے کر چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کر چلے

سید عبدالناصر ترمذی

دہشت گردی اور دینی مدارس

’’جوں جوں مسلم معاشرے اور تہذیب نے ارتقا کی منازل طے کرنی شروع کیں مساجد میں مدرسوں کے قیام کا عمل شروع ہوا، سب سے پہلا مدرسہ مسجد نبوی شریف میں قائم ہوا جہاں نبی کریم ﷺ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کو دینی امور تعلیم فرماتے تھے۔ اس کے بعد مسلمان جہاں بھی جاتے اور بستیاں بناتے وہاں مساجد تعمیر کرتے اور اس کے اندر اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا اہتمام کرتے‘‘ دیکھا جائے تو یہ انسان سازی کے مراکز تھے جہاں پانچ چھ سال کے مسلمان بچے کو اسلام کے حقیقی مفہوم و معنی سے روشناس کرایا جاتا اور اسے یہ بتایا جاتا تھا کہ اچھا انسان کیا ہوتا ہے۔

آج کل علوم دینیہ اور مدارس دینیہ کی طرف سے مسلمانوں میں عام طور پر جو بے اعتنائی اور بے توجہی پائی جارہی ہے وہ تو قابل شکایت ہے ہی مگر زیادہ تر افسوس اس کا ہے کہ اب بعض ایسے حضرات بھی دینی مدارس کو عموماً بے کار اور عضو معطل کی طرح ہی سمجھنے لگے ہیں جن کا ذہن دینی اور تبلیغی ہے، اور ان کے اکابر و اسلاف نے ہمیشہ ان مدارس دینیہ کی سرپرستی فرمائی اور گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔

گزشتہ صدی میں یورپ سے فحاشی و عریانی، دین بے زاری اور بے راہ روی کی جو لہر اٹھی اس نے پوری دنیا کو لپیٹ میں لے لیا یہاں تک کہ عرب دنیا اور اسلامی دنیا بھی اس کی زد میں آگئی لیکن برصغیر کو وہ اسلامی شعائر کے احترام اور مذہبی اقدار کی پابندی سے محروم نہیں کرسکی، دنیا کے کسی حصے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جب بھی کوئی آواز اٹھتی ہے تو اس کا جواب اسی خطے سے دیا جاتا ہے، گزشتہ سال ڈنمارک کے بد باطن اور سیاہ بخت صحافیوں نے جو توہین آمیز خاکے بنائے اور امت مسلمہ کے دلوں کو مجروح کیا اس کے خلاف سب سے زیادہ مؤثر آواز پاکستان سے ہی اٹھائی گئی بلکہ شمع رسالت کے ایک پروانے عامر چیمہ شہید نے اس بد بخت صحافی کو جہنم واصل کرنے کی کوشش میں اپنی جان بھی قربان کردی۔

پاکستان کے مسلمانوں کے اندر یہ جذبہ اور دینی شعور یقیناً انہی دینی مدارس کی بدولت زندہ ہے جو ہر گلی اور محلّہ میں مسلمان بچوں کی دینی تربیت کرکے اپنا دینی اور مذہبی فریضہ ادا کررہے ہیں، یہ وہ حقیقت ہے جس نے مغرب کو بوکھلا کر رکھ دیا ہے اور اسی لئے امریکہ نے جنگ افغانستان کو مذہبی تصادم

(کروسیڈ) سے تعبیر کیا، اور اس کے تھنک ٹینکوں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ان مدارس کو ختم کردیا جائے۔اس کیلئے ایک طرف تو مدارس پر دہشت گردی کا الزام لگایا گیا دوسری طرف مدارس کے ذرائع آمدنی کو مسدود کرکے دولت مند مسلمان ملکوں کو امریکہ مدارس کی اعانت سے روک رہا ہے پاک و ہند کے جو مسلمان دوسرے ملکوں میں برسر ملازمت ہیں اور اپنی زکوۃ پاک و ہند کے مدارس کو بھیجتے ہیں انہیں بھی روکنے کی کوشس کی جارہی ہے۔

پاکستان کے دینی مدارس آج کل چاروں طرف سے تنقید کا نشانہ بن رہے ہیں یہ باور کرلیا گیا ہے کہ "انتہاپسندی کے چشمے یہیں سے پھوٹتے اور دہشت گردیوں کے لشکر انہیں چھاؤنیوں سے سفر کا آغاز کرتے ہیں ان مدارس میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے، اور یہ دہشت گردوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں" اسی طرح کے سینکڑوں جھوٹے الزامات ہیں جو ان مدارس اور اہل مدارس پر لگائے جاتے ہیں۔

موجودہ حالات میں اخبارات و رسائل ریڈیو، ٹیلی ویژن اور میڈیا سے تعلق رکھنے والے جتنے بھی ادارے ہیں وہ شب و روز ان مدارس کے خلاف ایک مہم جاری رکھے ہوئے ہیں اور ٹیلی ویژن دیکھنے والے لوگ اس کے تبصروں سے اور اس کے انداز سے بہت زیادہ متاثر ہوا کرتے ہیں اور عام طور پر لوگوں کو ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے ذہن کی تبدیلی کی طرف مجبور ہونا پڑتا ہے، ان سب کی کوشش یہ ہے کہ ان مدارس کو بے فیض ثابت کیا جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ ان کا کوئی معقول مقصد نہیں ہے، یہ فضول ہیں ان کو ختم ہوجانا چاہیے، یہ ایک رٹ ہے جو رات دن لگائی جارہی ہے۔

ہمارا دشمن بہت خطرناک ہے اللہ تعالیٰ نے اس دشمن کے بارے میں قرآن مجید میں اپنے پیارے محبوب ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "یہ یہود و نصاریٰ آپ سے کبھی راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کی ملت کو اختیار نہ کرلیں" یعنی یہودی یا عیسائی نہ بن جائیں، دشمن ہر وقت اس فکر میں لگا ہوا ہے کہ کسی طرح مذہب اسلام دنیا سے ختم ہوجائے اور مسلمانوں کو نیست و نابود کردیا جائے۔

ہمارے اس دشمن کو اپنے مشن کی تکمیل کیلئے کسی مسلمان ملک سے کوئی خطرہ نہیں، مسلمانوں کی افرادی طاقت سے کوئی اندیشہ نہیں وہ جس کو چاہتا ہے مٹھی میں لے کر مسل دیتا ہے، پاؤں کے نیچے رکھ کر کچل دیتا ہے، ہمارے سامنے سارے واقعات موجود ہیں خطرہ مسلمانوں کی حکومتوں سے نہیں ہے، خطرہ مسلمانوں کی افرادی طاقت سے نہیں ہے بلکہ خطرہ اسلام سے ہے اور اسلام کی حفاظت

مدرسہ کرتا ہے اس لئے خطرہ مدرسہ سے ہے، اسلام کی حفاظت کا مرکز یہ مدرسہ ہے اسلام کی تعلیمات کو، اسلام کے علوم کو، قرآن کو، حدیث کو، فقہ کو محفوظ کرنے کا سامان اس دنیا کے اندر اس مدرسہ کے علاوہ اور کوئی نہیں اس لئے وہ مدرسہ کا دشمن بنا ہوا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ وہ اپنی اس دشمنی کے نتیجہ میں اسلام کو ختم کر پائے گا یا نہیں؟ تو ہم سب کا یہ ایمان ہے کہ وہ خود تباہ و برباد ہو جائے گا لیکن اسلام کو ختم نہیں کر سکتا اور جب اسلام کو ختم نہیں کر سکتا تو تسلی رکھئے مدرسہ کو بھی ختم نہیں کر سکتا۔

دینی مدارس کے ذمہ دار حضرات کی طرف سے بار بار یہ پیشکش کی جارہی ہے کہ جس کسی کو مدارس کے بارے میں دہشت گردی یا کسی بھی قسم کا شبہ ہو انہیں کھلی دعوت ہے کہ وہ مدرسوں کو آکر خود دیکھیں اور چاہیں تو سراغ رسانی کے حساس ترین آلات استعمال کر کے پتہ لگائیں کہ آیا کہیں ناجائز ہتھیاروں یا ان کی خفیہ تربیت کا کہیں نشان ملتا ہے؟ اگر کسی مدرسے کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہاں دہشت گردی کی تربیت دی جارہی ہے تو اس کے خلاف مناسب کاروائی کا نہ صرف خیر مقدم کیا جائے گا بلکہ وفاقوں کے ذمہ دار حضرات بار بار یہ اعلان کر چکے ہیں کہ ہم خود بھی اس کاروائی میں تعاون کریں گے لیکن چھ سال سے مدارس کے خلاف دہشت گردی کا پروپیگنڈہ جاری ہے اور سرکاری حلقوں کی طرف سے بھی یہ مجمل بات کہی جاتی ہے کہ بعض مدرسوں میں دہشت گردی کی تربیت دی جارہی ہے، سوال یہ ہے کہ اگر کسی مدرسے کے خلاف یہ بات ثابت ہوئی ہے تو اس کا نام اور شناخت کیوں منظر عام پر نہیں لائی جاتی؟ اور بعض مدرسوں کا لفظ استعمال کر کے تمام دینی مدارس کو آخر کیوں مشکوک کیا جارہا ہے؟

نائن الیون کے مفروضہ ملزموں سے لے کر اسامہ بن لادن اور ایمن الظواہری سے لے کر ابومصعب الزرقاوی تک کوئی دینی مدرسے کا فیض یافتہ نہیں، سب نے برطانیہ اور امریکہ کی اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں میں ڈاکٹری یا انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی ہے، یہ تاثر قطعی طور پر درست نہیں کہ دینی مدارس انتہاپسندی اور دہشت گردی کو ہوا دے رہے ہیں، یہ قانون فطرت ہے کہ ہر عمل کا ایک ردعمل ہوتا ہے مسلمانوں پر امریکہ اور اس کے حواریوں کی جانب سے ڈھائے گئے منظم اور مسلسل مظالم نے ردعمل کی فضا پیدا کر دی ہے جس کے نتیجہ میں امریکہ کے طرز عمل کے بارے میں جدید تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی سوچ، دینی مدارس کے طلبہ کی سوچ سے بھی زیادہ متشددانہ ہے، جہاد کے بارے میں بھی دینی

مدارس اور اسکول و کالج کی سوچ میں زیادہ فرق نہیں 2004ء میں Himal South Asia کے ایک سروے میں سوال پوچھا گیا کہ کیا کشمیر کے لئے جہادی گروپس کی مدد کرنی چاہئے تو دینی مدارس کے 52.82 فیصد طلبہ نے اثبات میں جواب دیا جبکہ کیڈٹ کالجوں اور پبلک سکول کے 53.8 فیصد بچوں کا جواب ہاں میں تھا لہٰذا یہ محض تخیل آفرینی ہے کہ دینی مدارس انتہاپسندی اور دہشت گردی کے گڑھ ہیں۔

نائن الیون کے واقعے کو چھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن تیرہ ہزار مدارس میں سے کسی ایک میں بھی کوئی دہشت گردی کی تربیت گاہ، کوئی اینٹی ری ایکٹر، بارود خانہ، اسلحہ ڈالنے بھٹی، جنگی گھوڑوں کا کوئی اصطبل اور جنگجوؤں کا گروہ برآمد نہیں ہوا، ستر اسی ہزار اساتذہ اور کم وبیش اٹھارہ لاکھ طلبہ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ملا جس پر دہشت گردی کا الزام ثابت ہو سکے۔

آج پاکستان کے جیل خانوں میں سزا بھگتنے والے افراد کا سروے کیجئے کہ ان میں بند جیب کتروں، رہزنوں، لٹیروں، قاتلوں، شرابیوں، زانیوں اور جرائم پیشہ قیدیوں میں سے کتنے ایسے ہیں جنہوں نے اسکول اور کالجوں میں تعلیم حاصل کی اور کتنے ایسے ہیں جنہوں نے دینی مدارس سے کسب فیض کیا، جوئے کے اڈے اور شراب کی بھٹیاں چلانے والوں میں سے کتنے دینی مدارس کے فارغ التحصیل ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دینی مدارس کے فضلاء کا شمار معاشرہ کے اصحاب خیر میں ہوتا ہے اور دینی مدارس دستور و آئین کے پابند امن پسند انسانی اخوت ومحبت کے علمبردار ہیں، ہر طرح کے ظلم و زیادتی اور دہشت گردی کے مخالف قوم وملک کے بہی خواہ ہیں اور ان کے دروازے سبھی کیلئے کھلے ہیں، جو بھی چاہے ان مدارس میں آکر ان کے شب وروز کے نظام کو دیکھ سکتا ہے بغیر دیکھے اور بلا تحقیق مدارس کو بدنام کرنا اور ان پر دہشت گردی کا الزام رکھنا یقیناً کھلی ہوئی زیادتی اور بددیانتی ہے۔

جہاں سے نکلنے والوں نے کبھی کوئی فتنہ برپا نہیں کیا، جہاں اسکولوں اور کالجوں کی طرح کسی طالب علم کو فائرنگ کر کے ہلاک کرنے کی خبر کبھی نہیں آئی، جہاں کی رہائش گاہوں سے کالج کے ہوسٹلوں کی طرح کوئی حکومت کوشش کے باوجود کبھی کلاشنکوف یا اسلحہ برآمد نہیں کرسکی، ایسے مدارس کو دہشت گردی کے اڈے قرار دینا کتنی بے حقیقت بات ہے۔

ایک سابق وزیراعظم کا یہ بیان ریکارڈ پر ہے کہ انہیں اپنی وزارت عظمی کے دوران مدرسوں میں

دہشت گردی کی تربیت کا کوئی سراغ نہیں ملا۔لیکن اگر فرض کریں کہ ہزارہا دینی مدارس میں سے ایک آدھ مدرسے کے بارے میں یہ الزام ثابت ہوجاتا ہے(ابھی تک نہ یہ الزام ثابت ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے)تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اس بنیاد پر تمام دینی مدارس کو دہشت گرد قرار دیدیا جائے ؟ کیا دنیا بھر کے تعلیمی اداروں میں بعض اوقات کچھ جرائم پیشہ افراد داخل نہیں ہوجاتے ؟ کیا اس بنا پر تمام تعلیمی اداروں کو جرائم پیشہ افراد قرار دے دینا عقل وانصاف کے کسی خانے میں فٹ ہوسکتا ہے؟ابھی حال ہی میں جو افسوسناک واقعہ ورجینا یونیورسٹی میں پیش آیا اور ایک اسٹوڈنٹ کے ہاتھوں لگ بھگ تین درجن طلبہ ہلاک ہوئے کیا کسی دینی مدرسے میں کبھی کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے،اگر یہی حادثہ کسی مسلمان طالب علم کے ہاتھوں ہوجاتا تو اس کوفوراً دہشت گردی قرار دے کر اس کے تانے بانے القاعدہ سے ملادیے جاتے اور اس کی آڑ میں مسلمانوں پر ظلم وتشدد کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوجاتا لیکن قاتل چونکہ مسلمان نہیں ہے اس لئے کسی طرف سے اس قسم کی آواز سنائی نہیں دی،یہ کہاں کا انصاف ہے؟

تاریخ پر نظر رکھنے والے حضرات اس بات سے آگاہ ہیں کہ قدیم زمانہ میں مدارس کی ضروریات پوری کرنے کیلئے حکومت اور امراء کی طرف سے باقاعدہ جائیدادیں وقف کی جاتی تھیں جن کی آمدنی سے ان مدارس کے اخراجات پورے ہوتے تھے اور اہل مدارس کو چندہ کیلئے عوام کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانے پڑتے تھے لیکن جب برصغیر پر انگریز نے قبضہ کیا تو مدارس کی یہ تمام جائیدادیں ضبط کر لی گئیں ہزاروں علماء کو شہید کر دیا گیا اس وقت مسلمانوں کا دین وایمان اور برصغیر کے اندر اسلام کا وجود سخت خطرے میں پڑ گیا تھا اور دینی مدارس کا نظام درہم برہم ہوکر رہ گیا تھا چنانچہ اس وقت مدارس دینیہ کے تحفظ اور بقاء کیلئے چندہ کا موجودہ طریقہ اختیار کیا گیا جس کو اس وقت عام طور پر سطحی نظر سے دیکھنے والے لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں حالانکہ ابتداء اسلام میں جس وقت تک سلاطین اور امراء کے ایسے اوقاف معرض وجود میں نہیں آئے تھے جن سے دینی ضروریات کو پورا کیا جاتا تھا تو علوم دینیہ اور تمام امور خیر کی انجام دہی مسلمانوں کے عمومی چندہ سے ہی ہوتی تھی خود آنحضور سرور کائنات ﷺ نے بعض امور خیر کیلئے اصحاب خیر کو چندہ کی رغبت دلائی ہے اور آج بھی قومی اور ملکی ضروریات کیلئے چندہ کرنے کو نہ صرف یہ کہ عیب نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس کو بہت بڑی قومی اور ملکی خدمت سمجھا جاتا ہے،مگر افسوس کہ علوم دینیہ کیلئے تحصیل چندہ جس سے ''ملت اسلام'' کی حفاظت ہوتی

ہے جو بنیاد ہے "ملک اسلام" کی حفاظت کی شرفاء اسلام او رمعززین قوم کی نگاہ میں خار ہے۔

چندہ کا رائج الوقت طریقہ تو شرفاء اسلام کی نگاہ میں قابل ترک ہے مگر وہ اس پر غور نہیں فرماتے کہ اگر یہ طریقہ اس وقت اختیار نہ کیا جاتا یا اب اس کو ترک کر دیا جائے تو "دین" اور "علوم دینیہ" کی حفاظت کی اس وقت اور کیا صورت تھی؟ یا اب کیا صورت ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ طریقہ اختیار کر کے علماء کرام نے "ملت اسلام" کو مٹنے سے بچالیا، کیا یہی وہ "گناہ عظیم" ہے جس کی پاداش میں علوم دینیہ کے حاملین اور ملت اسلامیہ کے ان محافظین کو قوم کی نگاہ میں عضو معطل کی طرح سمجھا جاتا ہے، ان پر دہشت گردی کا جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے، قدامت پسند ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ گروہ اور دینی مدارس قوم پر بلا وجہ کا ایک بوجھ ہیں ان پر قوم کا روپیہ خرچ کرنا اپنے سرمایہ کا ضائع کرنا ہے۔

دینی مدارس اور ان میں پڑھنے پڑھانے والوں پر اعتراض کرنے والوں کیلئے علامہ اقبال کی وہ نصیحت درس عبرت اور سرمہ بصیرت ہے جو انہوں نے یورپ کے دورے سے واپسی پر فرمائی کہ:

"یورپ کو دیکھنے کے بعد میری رائے بدل گئی ہے ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مکتبوں میں پڑھنے دو اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا اسے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں اگر ہندوستان کے مسلمان ان مکتبوں سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح جس طرح ہسپانیہ میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء اور رباب الاخوین کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا،،۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ دینی مدارس اسلام کی حفاظت و اشاعت کا کام کرتے رہیں اور دین وایمان کی امانت کو اگلی نسلوں تک پہنچاتے رہیں تو ہمیں اپنی دولت کا ایک مناسب حصہ اس کار کیلئے وقف کرنا ہوگا اور جیسے یہودی اور قادیانی اپنی دولت کا ایک قابل لحاظ حصہ اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت کیلئے خرچ کرتے ہیں مسلمانوں کو بھی بلند حوصلگی اور فراخ قلبی کے ساتھ ان مدارس کے تعاون کیلئے آگے بڑھنا ہوگا اور ان کو ظالم حکمرانوں اور غیر مسلموں کی دست و برد سے بچانا ہوگا ورنہ

؎ تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

یاد رفتگاں پروفیسر ایم۔اے۔عثمانی

شیخ القراء مولانا قاری محی الاسلام پانی پتی رحمہ اللہ (قسط ۴)

۱۹۸۸ء میں میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا، کراچی میں پیر الٰہی بخش کالونی میں جا کر ٹھہرا اور مغرب کی نماز کیلئے گھر کے قریب ہاشمی مسجد میں چلا گیا، قاری صاحب نے نماز میں تلاوت کی تو دل تڑپ اٹھا، آواز کانوں سے اتر کر روح میں بستی چلی گئی، کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ آہنگ کب اور کہاں سنا تھا، بڑے اشتیاق سے عشا کی نماز میں شریک ہوا، امام صاحب نے نسبتاً کچھ طویل تلاوت کی اور میں اس لطف وسرور کا منبع تلاش کرتا رہا، جو مجھے حاصل ہو رہا تھا، بار بار خیال آتا تھا کہ تلاوت کا یہ انداز میں نے مسجد نبوی میں سنا تھا لیکن پوری طرح دل مطمئن نہ ہوتا تھا، اس رات محض اس خیال سے سو نہ سکا کہ ایسا نہ ہو میری آنکھ نہ کھلے اور فجر کی جماعت نکل جائے، علی الصبح اذان سے پہلے ہی مسجد کی طرف چل پڑا، حالانکہ ابھی مسجد کے دروازے مقفل تھے، نماز فجر میں امام صاحب نے سورۃ بقرہ کی آیات تلاوت فرمائیں اور میں اس تلاوت کے سحر میں کھویا رہا، اس روز مغرب کی نماز میں انہوں نے سورۃ الناس پڑھی تو ذہن میں بجلی سی کوندگئی، مجھے ابا جان نے قرآن تو نہیں پڑھایا لیکن آخری پاؤ سپارے کی مشق کئی بار کرائی تھی، یہ تلاوت کا انداز بالکل ان کا سا تھا اور لحن یا حسن صوت میں بھی بہت مشابہت تھی، ان کی وفات کے پینتیس (۳۵) برس بعد ان کی آواز کی جھلک سنائی دی، نماز پڑھ کر نکلا تو امام صاحب وضو خانہ کے چبوترے پر بیٹھے تھے، بے تابانہ پاس گیا، مؤدبانہ سلام کر کے بیٹھ گیا اور ان سے پوچھا کہ حضرت آپ نے تلاوت کا یہ آہنگ کہاں سے سیکھا، بولے میں دیوبند کا فارغ التحصیل ہوں، میں کچھ مایوس ہو گیا، عرض کیا دیوبند کی فضیلت علمی تو مسلم ہے، لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے وہاں تعلیم تجوید وقراءت کی کوئی روایت نہ تھی بلکہ دیوبند سے طلبا تحصیل تجوید وقراءت کیلئے پانی پت آیا کرتے تھے، انہوں نے چونک کر مجھے دیکھا اور فرمایا پانی پت میں ایک امام القراء ہوا کرتے تھے قاری محی الاسلام، میں نے ان سے تجوید وقراءت پڑھی ہے اور میں قاری فتح محمد صاحب کا ہم سبق اور ہم عصر ہوں، میں نے عرض کیا میں قاری محی الاسلام کا سب سے ناخلف اور سب سے چھوٹا بیٹا ہوں، مولانا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے انہوں نے بے ساختہ مجھے گلے سے لگالیا، بولے آپ نے آج کیا یاد

دلایا، ان کا نام قاری سیف اللہ نیازی ہے اور ان دنوں وہ پیر الٰہی بخش کالونی کراچی کی مسجد ہاشمی میں پیش امام ہوا کرتے تھے۔

تلاوت قرآن میں دو عوامل ہوتے ہیں، اول صحت مخارج وحرکات یعنی ہر حرف کو اس کے صحیح مقام سے ادا کرنا اور زبر، زیر، پیش، تشدید، مد، الف، واؤ اور ی کو صحیح اور مکمل طور پر ظاہر کرنا، دوسرے حسن آواز، پہلی چیز صحیح تعلیم اور پر خلوص مشق سے حاصل ہوتی ہے، جبکہ دوسری چیز خدا داد ہے، ابا جان کی تعلیم کے بارے میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ انہیں ائمہ وقت سے شرف تلمذ حاصل رہا، پھر خدا نے ذاتی صلاحیت سے بدرجہ اتم نوازا تھا، ساتھ آواز اس قدر خوبصورت اور شیریں تھی کہ سننے والا مبہوت رہ جاتا تھا، ان کے شاگردوں میں میں نے تین قسم کے طالبین دیکھے، ایک وہ جنہیں فن ادائیگی بھی حاصل ہو گیا اور اپنے استاد کے انداز اور حسن صورت کی بھی ایک حد تک مشق ہو گئی، ان میں قاری شیر محمد صاحب میرے مرحوم بھائی محمد مدنی وغیرہ شامل تھے، دوسرے وہ جنہوں نے حسن صوت کے حصول کو ناممکن پا کر صرف حصول فن پر توجہ کی، ان میں قاری فتح محمد صاحب مشہور رہیں، تیسرے کچھ ایسے نادان بھی تھے جنہوں نے اصل فن کو تو نظر انداز کر دیا، صرف لب ولہجہ اور آواز کی نقل پر وقت اور محنت صرف کی، ان میں ایک بہت مشہور ملا ہوا کرتے تھے جن کا اصل نام تو مجھے یاد نہیں لیکن عرف عام میں ''ملا بیگی'' کہلاتے تھے، انہیں قرآن کا ایک حرف بھی صحیح پڑھنا نہیں آتا تھا، لیکن ابا جان کی آواز کی نقل ہو بہو اتار لیتے تھے، ان ملاجی کو اس پر بہت ناز تھا، فخریہ کہا کرتے تھے کہ اگر میں وہ نہیں حاصل کر سکا جو قاری فتح محمد صاحب نے حاصل کر لیا تو وہ بھی اس حسن آواز کے حاصل کرنے سے محروم رہے جو میں نے حاصل کر لی ہے، ابا جان انہیں بہت سرزنش کرتے تھے، لیکن ملا بیگی پر ذرا اثر نہ ہوتا تھا، اہل علم کے مجمع میں تو پڑھنے کی جسارت نہ کرتے تھے لیکن ناواقفوں کے سامنے یہ کہہ کر پڑھا کرتے تھے کہ میں بڑے قاری صاحب کی ہو بہو نقل ہوں، ایک واقعہ بڑے فخر سے بیان کرتے تھے کہ ایک رات میں مسجد میں تنہا تلاوت کر رہا تھا، سلام پھیر کر دیکھا تو حضرت مولانا عبدالحلیم انصاری صاحب بیٹھے تھے، کہنے لگے میاں ملا بیگی آپ نے تو کمال کر دیا، میں گلی میں سے گذر رہا تھا کہ کان میں بڑے قاری صاحب کے تلاوت کرنے کی آواز پڑی تو میں کشاں کشاں کھنچا چلا آیا، آ کر دیکھا تو تم پڑھ رہے تھے۔ (پانی پت کے قاری) (جاری ہے)

حافظ سید اکبر شاہ صاحب بخاری

استاذ العلماء مولانا عبدالحی جامپوری رحمہ اللہ

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی   اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

موت العالم موت العالم ایک عالم دین کی موت پورے عالم کی موت ہے آہ! آج ہمارے شیخ ومربی استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد عبدالحی جامپوری بھی اس دارفانی سے دارالبقاء کی طرف روانہ ہوگئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی وفات حسرت آیات سے ڈیرہ غازیخان ڈویژن کے علمی ودینی حلقے یتیم ہوگئے ہیں، آپ کی وفات ایک عظیم سانحہ ہے جس کی تلافی نہیں ہوسکتی، آپ نے زندگی بھر دین کی خدمت کی اور ساری زندگی تعلیم وتدریس، تبلیغ واشاعت اور اصلاح وتربیت میں گزاری، آج سینکڑوں علماء وفضلاء آپ کے تلامذہ کی حیثیت سے علمی ودینی خدمات میں مصروف ہیں اور آپ کا فیض علمی جاری وساری ہے۔

آپ ۵/رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو بستی باقی علاقہ کوٹ چھٹہ ضلع ڈیرہ غازیخان میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام نامی مولانا حکیم الحاج عبدالغفور عرف ملک جندوڈا تھا، آپ نے ۱۳۶۰ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا اعزاز علی امروہی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مفتی اعظم مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا قاری محمد طیب قاسمی قابل ذکر ہیں، یہ سب حضرات علم وعمل کے آفتاب وماہتاب تھے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ سب سے پہلے مدرسہ اسلامیہ ڈیرہ غازیخان میں عربی مدرس رہے اس کے بعد آپ نے پانچ سال تک مدرسہ معین الاسلام ورائیں ضلع ملتان میں صدارت تدریس کے فرائض انجام دیئے، پھر جامعہ محمودیہ چوٹی زیریں ضلع ڈیرہ غازیخان میں صدر مدرس کی حیثیت سے ۶ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، پھر سردار احمد خان پتافی کی دعوت پر جامپور تشریف لائے اور جامع مسجد فارقی کا نظم ونسق سنبھالا اور بحیثیت خطیب جامع مسجد فاروقی برسہابرس دینی خدمات میں مصروف رہے، جامع مسجد فاروقی کی بنیاد اور تعمیر وترقی میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا بعد ازاں

مدرسہ عالیہ فیض القرآن کے نام سے جام پور شہر کے وسط میں ایک دینی درس گاہ قائم کی اور ساتھ ہی محمدی جامع مسجد کے نام سے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی، پھر آخر دم تک مدرسہ عالیہ فیض القرآن کے مہتمم اور محمدی جامع مسجد کے خطیب کی حیثیت سے دینی خدمات سرانجام دیتے رہے، علاوہ ازیں آپ نے جام پور شہر میں کئی مساجد اور کئی دینی مدارس بھی قائم کرائے جن کی سرپرستی آپ خود فرماتے رہے ان میں جامع مسجد عثمانیہ، حنفی جامع مسجد، مکی جامع مسجد، صدیقی جامع مسجد، سلیمان مسجد اور دیگر کئی مساجد کے آپ ہی سرپرست اعلیٰ رہے، مجلس صیانۃ المسلمین، تنظیم اہل سنت والجماعت اور حقوق اہل سنت کے علاوہ جمعیت علماء اسلام اور مجلس احرار اسلام کے بھی آپ ہی سرپرست رہے اور ان دینی تنظیموں اور سیاسی جماعتوں کے ذریعہ تبلیغی، اصلاحی، سیاسی اور ملی کاموں میں بڑی سرگرمی سے خدمات انجام دیتے رہے الغرض آپ ۱۳۶۰ھ سے آج ۱۸ر جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ تک بڑی جاں فشانی، محنت اور صلاحیت کے ساتھ دینی و علمی خدمات انجام دیتے رہے اس عرصہ میں آپ نے مروجہ درس نظامی کی تقریباً ساری کتابیں پڑھائیں ہیں اور سینکڑوں تلامذہ اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں۔

آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے بیعت تھے اور اصلاح و تربیت کا تعلق حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب شجاع آبادی سے قائم رہا ہے، آپ نے تعلیمی زمانہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی بھی زیارت کی اور ان سے دعائیں حاصل کیں، آپ نے حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی سے تردید شیعت اور فن مناظرہ کی بھی تربیت حاصل کی تھی اس لئے آپ ملک کے اطراف میں دینی مدارس میں مسلک اہل سنت والجماعت کی حقانیت پر خصوصی خطاب اور مناظرے فرماتے رہتے تھے اور علماء و طلباء کو ہر سال کسی دینی مدرسہ میں مناظرہ پڑھانے تشریف لے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا آپ ایک بڑے محدث، مفسر، مدبر، مناظر اور منتظم تھے، کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے اور کئی مضامین و مقالات دینی جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

آپ اکثر یہ دعا فرماتے تھے اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ کی موت نصیب فرمائے تو حق تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور درس گاہ میں طالبات کو درس حدیث پڑھاتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کامل مغفرت فرمائیں اور جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں آمین، اللہ تعالیٰ آپ کے صاحبزادگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور مولانا ابوبکر عبداللہ کو ان کا صحیح جانشین بنائیں، آمین۔

امداد المسائل فی الاحکام والمسائل — حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

الاستفتاء

مروجہ شبینہ کی شرعی حیثیت

سوال: موجودہ زمانہ میں مروجہ شبینہ میں کوئی شرعی قباحت ہے یا نہیں؟

الجواب: موجودہ زمانہ کے مروجہ شبینہ میں کئی قسم کی شرعی قباحتیں اور مفاسد پیدا ہو گئے ہیں، مثلاً اکثر نفلوں کی جماعت میں شبینہ کیا جاتا ہے اور نفلوں میں تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کرنا مکروہ ہے اور تراویح میں بھی اگر کیا جاتا ہے تو اکثر حفاظ قرآن میں تجوید کا لحاظ جلدی کی وجہ سے نہیں کرتے اور بعض مالی عوض کی طمع و لالچ میں پڑھتے ہیں جو کہ ناجائز ہے اور سامعین میں اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ قرآن پاک سننے کے آداب کو ضائع کرتے ہیں، کوئی لیٹا ہے، کوئی بیٹھا ہے، کوئی گفتگو میں مصروف ہے، حالت یہ کہ ادھر جماعت ہو رہی ہوتی ہے، صرف رسم کی پابندی اور اپنے اوپر سے طعن او رالزام دور کرنے کی غرض سے شبینہ میں شرکت کرنے کیلئے آتے ہیں، قرآن مجید کا سننا مقصود نہیں معلوم ہوتا، ایسی بے توجہی کے ساتھ قرآن مجید کا سننا کیا اس کے احترام کے خلاف اور اس کی بے ادبی میں شامل نہیں ہے؟ اب شبینہ کے منتظمین کے حال پر غور کیا جائے تو اکثر کی نیت غرور و ریا اور فخر و دکھلاوے کی ہوتی ہے اور ان کو سامعین میں شامل ہو کر قرآن مجید سننے کا موقع ہی کم ملتا ہے، چائے، شربت وغیرہ کے انتظام سے ہی ان کو فرصت نہیں ملتی اور اگر بھاگے دوڑے شامل ہوئے بھی تو اطمینان اور سکون مفقود کیونکہ دل تو انتظام میں پھنسا ہوا ہے۔ ان قباحتوں پر نظر کر کے علماء کرام آجکل کے مروجہ شبینہ کو منع فرماتے ہیں، البتہ اگر اخلاص کے ساتھ ریا اور دکھلاوے کی نیت کے بغیر تراویح میں قرآن مجید پڑھنے اور سننے کا انتظام کیا جائے اور سننے والے دلی شوق و رغبت کے ساتھ آداب قرآن کو ملحوظ رکھ کر نماز میں سنیں اور سنانے والے بھی اخلاص کے ساتھ پڑھیں اور قراءت میں صحت لفظی اور تجوید کا پورا لحاظ رکھیں پھر چاہے پورا قرآن مجید ایک شب میں ختم ہو جائے یا جس قدر بھی آسانی کے ساتھ ہو اس قدر کو غنیمت سمجھیں، تو یہ ایک امر محمود اور قرآن مجید کی اشاعت اور اس کی طرف رغبت و شوق دلانے کا باعث ہے۔ اس سے آجکل کے اس نئے مروجہ شبینہ کا حال بھی معلوم ہو سکتا ہے جس میں سننے اور پڑھنے والے کسی کیلئے نماز کی پابندی نہیں ہے، بغیر نماز کے ہی پڑھنے والے پڑھتے ہیں اور سننے والے بغیر نماز کے ہی سنتے ہیں، کیونکہ اس میں نفلوں کی جماعت کی خرابی کے سوا مندرجہ سب قباحتیں موجود ہیں، ہذا ما عندی واللہ اعلم۔ ۱۱/۹/۱۳۸۵ھ

تعارف وتبصرہ

نام کتاب: رہنمائے حج وعمرہ برائے خواتین **مؤلفہ:** حافظہ قاریہ زیتون حمید الرحمٰن
ناشر: انجمن خدام الاسلام حنفیہ قادریہ لاہور **صفحات:** ۲۸۰ **قیمت:** درج نہیں

حج اسلام کا ایک ایسا بنیادی رکن ہے جو مختلف ومتفرق اقوام کو اجتماعیت و یگانگت کا سبق دیتا ہے اور نسلی امتیازات، ذات پات اور رنگ وزبان کے تمام فرق کو مٹانے کا درس دیتا ہے، یہ رکن جتنا عظیم اور اہم ہے اتنا ہی ادائیگی کے اعتبار سے مشکل اور کٹھن ہے، اس لئے اس کے آداب اور طریقہ کار کا سیکھنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ ہر عمل کیلئے تعلیم وتعلم ایک ایسا لابدی امر ہے جس سے انکار ممکن نہیں، پس اس رکن کو بھی عمدگی سے سیکھنا ضروری ہے۔ پیش نظر کتاب بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک سنہری کڑی ہے جسے محترمہ قاریہ زیتون حمید الرحمٰن سلمہا نے بڑی ہی جانفشانی سے تالیف فرمایا ہے۔

کتاب ہذا چھ ابواب پر مشتمل ہے جس میں ضروری ضروری جملہ مسائل واحکام سے روشناس کرایا گیا ہے نیز ممنوعات احرام پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے بالخصوص دور حاضر میں جدید سامان زیبائش وآرائش کا احرام کے دوران استعمال پر بھی تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

کتاب ہذا کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ کتاب صرف صنفِ نازک کے احکام ومسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے ضبطِ تحریر میں لائی گئی ہے اور افعال حج وعمرہ کو جدول کے انداز میں تحریر کرتے ہوئے مرد وعورت کے مابین فروق کو بھی جدول کے ذریعے واضح کیا گیا ہے (عابد محمود حقانی)

....

نام کتاب: مسائل وفضائل رمضان **مؤلف:** مفتی خالد محمود الفاروق عزیزی زید مجدہ
صفحات: ۹۴ **ناشر:** شعبہ تحقیق وتصنیف جامعہ رحیمیہ حسینیہ کلورکوٹ (بھکر) **قیمت:** درج نہیں

مسائل وفضائل رمضان کے موضوع پر اگر چہ بہت سی تحریرات ورسائل موجود ہیں لیکن ع ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است۔ یہ رسالہ بھی اس موضوع پر بہترین کاوش ہے، اس میں روزہ کی تاریخ، روزہ سے متعلق سو سے زائد مسائل، تراویح، اعتکاف، شب قدر، صدقۂ فطر، شوال کے چھ روزے اور نماز عید وغیرہ کا بڑے سلیقہ سے تذکرہ کیا گیا ہے، مزید براں ہر مسئلہ باحوالہ ہے اور آخر میں مراجع ومصادر کی فہرست بھی ہے (محمد صدیق)

سید عبدالناصر ترمذی

اخبار الجامعہ

۲/ ربیع الثانی: صدر جامعہ فیصل آباد تشریف لے گئے اور جامعہ اسلامیہ امدادیہ کے جلسہ تقسیم اسناد و دستار بندی نیز شوری کے اجلاس میں شرکت کی اور جمعہ کے بعد بیان بھی فرمایا۔ ۴/ ربیع الثانی: صدر جامعہ حضرت مولانا قاضی عبدالرشید مدظلہم کی دعوت پر جامعہ فاروقیہ پنڈی تشریف لے گئے اور سالانہ جلسہ میں شرکت فرمائی۔ ۹/ ربیع الثانی: صدر جامعہ لاہور تشریف لے گئے جامع مسجد بدر گارڈن ٹاؤن لاہور میں نماز جمعہ پڑھائی اور جامعہ اشرفیہ کے ساٹھ سالہ سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی۔ ۲۳/ ربیع الثانی: عالم ربانی حضرت مولانا خلیل الرحمٰن انوری دامت برکاتہم جامعہ میں تشریف لائے اور جامع مسجد حقانیہ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا، بعد ازاں جامعہ حقانیہ میں بعد نماز عصر ہفت روزہ اصلاحی درس دیا۔ ۱۲/ ربیع الثانی: صدر جامعہ کراچی تشریف لے گئے اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں منعقدہ ایک اہم فقہی اجلاس میں شرکت فرمائی۔ ۱۵/ ربیع الثانی: صدر جامعہ جامعہ اشرف المدارس کراچی تشریف لے گئے اور طلبہ سے خطاب فرمایا۔ ۲۵/ ربیع الثانی: صدر جامعہ نے جامعہ امدادیہ تخیہ سلانوالی میں ماہانہ اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔ ۲۸/ ربیع الثانی: صدر جامعہ نے مدرسہ علوم شرعیہ جھنگ میں طلبہ کا ششماہی امتحان لیا۔ ۲/ جمادی الاولیٰ: جامعہ میں درجہ کتب کے طلبہ کا تحریری امتحان شروع ہوا، بعد ازاں ۶/ جمادی الاولیٰ کو تقریری امتحان ہوا۔ ۱۹/ جمادی الاولیٰ کو صدر جامعہ نے امتحان میں اول، دوم، سوم آنے والے طلبہ میں انعامات تقسیم فرمائے۔ ۶/ جمادی الاولیٰ: صدر جامعہ رود سلطان تشریف لے گئے اور جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔ ۹/ جمادی الاولیٰ صدر جامعہ جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا تشریف لے گئے اور ہندوستان سے تشریف لائے ہوئے معزز مہمان حضرت مولانا ابوبکر غازی پوری مدظلہم سے ملاقات فرمائی۔ ۱۳/ جمادی الاولیٰ: صدر جامعہ لاہور تشریف لے گئے اور جامعہ اشرفیہ کی طرف سے منعقد کی گئی تقریب تقسیم انعامات میں شرکت فرمائی جس میں امام حرم مکی فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ نے علماء و طلبہ سے خطاب فرمایا اور طلبہ میں اسناد تقسیم فرمائیں۔ ۱۷/ جمادی الاولیٰ: حضرت صدر جامعہ اسلام آباد تشریف لے گئے اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے امام حرم مکی فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ کے اعزاز میں منعقدہ استقبالیہ میں شرکت فرمائی۔ ۲۳/ جمادی الاولیٰ: صدر جامعہ نے درجہ تخصص و سادسہ کے طلبہ کو سراجی کا افتتاحی سبق پڑھا کر جامعہ کی نئی تعمیر شدہ بالائی منزل کا افتتاح فرمایا۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

حالاتِ عشرت
و
مکتوباتِ مسیح الامت

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے براہ راست شرف بیعت کے حامل حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو عظیم خلفاؤں

(مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان جلال آبادی،

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہما اللہ تعالیٰ)

کے اجازت وصحبت یافتہ بزرگ

جناب حضرت محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم

کے حالاتِ زندگی اور حضرت مسیح الامت جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ آپ کی اصلاحی مراسلات ومکاتبت کا مجموعہ

مرتب ومؤلف مفتی محمد رضوان

ناشر ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان